امیر خسروؒ

(میوزیکل اوپیرا)

فصیح اکمل

یم-آر-پبلی کیشنز، نئی دہلی

امیر خسروؒ

(میوزیکل اوپیرا)

امیر خسروؒ

(میوزیکل اوپیرا)

فصیح اکمل

ایم آر پبلی کیشنز، نئی دہلی

نام کتاب : امیر خسرو (میوزیکل اوپیرا)

مصنف : فصیح اکمل

مطبع : نیو انڈیا آفسیٹ پرنٹرز، نئی دہلی۔

ناشر : ایم۔ آر۔ پبلی کیشنز

10 میٹرو پول مارکیٹ، 25-2724 کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی

Ameer Khusro

(Musical Opera)

by

Fasih Akmal

Tareen Tikli, Opp Mohan Nursing Home
Bahadurganj, Shahjahanpur, U.P.

Edition :2011

Price: **Rs. 100/-**
Library Edition: Rs. 175/-

Printed & Published by

M. R. PUBLICATIONS

Printers, Publishers, Book Sellers & Distributors of Literary Books

10 Metropole Market, 2724-25 First Floor
Kucha Chelan, Daryaganj, New Delhi-110002
Cell: 9810784549, 9873156910
E-mail: abdus26@hotmail.com

سخنِ چند

حضرت امیر خسروؒ پر اوپیرا (OPERA) کا تصور محض تصور رہتا اگر اس سلسلے میں ۲ے ۱۹ء کے اوائل میں مسلسل اور متواتر محترم سجاد ظہیر صاحب تقاضے نہ کرتے رہتے افسوس اس کا ہے کہ یہ اوپیرا جب مکمل ہوا تو وہ پوری اردو دنیا کو اپنے مخصوص سایۂ شفقت سے محروم کر کے رخصت ہو چکے تھے، جس کا ملال ایک زمانے تک رہا اور میں کسی حد تک بددل بھی رہا۔ یہ اوپیرا مختلف مراحل سے ہوتا ہوا کبھی حسن الدین احمد (حیدر آبادی) اور کبھی بیگم عابدہ کے یہاں سفر کرتا رہا، اب جو گزری سو گزری، پھر میں اپنے مسائل حیات میں ایسا گم ہوا کہ اس طرف توجہ کرنے کی فرصت ہی نہ ملی، اب یہ کتابی صورت میں اگر شائع ہو رہا ہے تو اس میں فاضلِ محترم ڈاکٹر یٰسین علی عثمانی چیئرمین اتر پردیش اردو اکادمی کی محبتیں کارفرما ہیں۔

حضرت امیر خسروؒ پر جب کام پھیلایا تو بار بار ایک عجیب سے احساس اپنی گرفت میں رکھا۔ اوّل تو اس سلسلے میں معتبر تاریخی حوالوں کا یہ حال ہے کہ مستند کتابوں میں بھی اختلاف واقعات اور اختلافِ سنین بار بار الجھاؤ پیدا کرتے ہیں، میں نے ترتیب واقعات کی صحت کا جواز یہ ڈھونڈا کہ جن واقعات کو متواتر بیان کیا گیا ہے ان کو ہی سامنے رکھا جائے۔[1]

اس سلسلہ میں ایک تضادِ بیانی کا حوالہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، کیونکہ اس سے مجھ جیسے کم علم

---

[1] اس وقت تک پروفیسر ممتاز حسین کی کتاب ''امیر خسرو دہلوی حیات اور شاعری'' شائع نہیں ہوئی تھی، اس کتاب نے بڑے بڑے جغادری محققوں کا پول کھول دیا ہے، افسوس یہ ہے کہ اس کتاب کی تصنیف کا وقت کم وبیش وہی ہے جو میرے اوپیرا کا، اس لئے جہاں پوری دنیا نے اب تک بہت سے حقائق سے چشم پوشی کی ہے اس اوپیرا میں اور سہی۔

آدمی کے سامنے جو دشواریاں پیدا ہوئیں انکا اندازہ بخوبی ہو جائے گا۔

انگریزی زبان کی سب سے تازہ اور مستند تاریخ آکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا (Oxford History of India) مطبوعہ ۱۹۱۹ء کے فاضل مصنف ونسینٹ اسمتھ (Wensent Smith) تحریر فرماتے ہیں کہ ''عہدِ بلبن میں فتنۂ مغول کے خوف سے جو بادشاہ اور شہزادے اپنا وطن چھوڑ کر دہلی میں پناہ گزیں ہوئے ان کی مصاحبت یا ملازمت میں بہت سے ادیب بھی تھے جن میں امیر خسروؒ شاعر سب سے زیادہ مشہور ہیں''۔ ص ۲۲۹، سمجھ میں نہیں آتا کہ فاضل مؤلف نے جب کہ امیر صاحب کی ولادت اور حالاتِ زندگی سے واقفیت بہم پہونچانے کی تکلیف گوارا نہیں کی تو ان کی نسبت یہ آدھی سطر بھی لکھنا کیا ضرور تھی،؟ یہاں اتنی صراحت اور کر دینی چاہئے کہ امیر صاحب کے والد سلطان شمس الدین التمش کے زمانے میں ہندوستان آئے تھے اور ان کا ان 'پندرہ شہزادوں'' سے کوئی تعلق نہیں تھا جو دربار بلبن کی زینت بڑھاتے تھے، امیر صاحب کے سن ولادت میں اختلاف ہے ''قرآن السعدین'' کے ایک شعر سے خیال ہوتا ہے کہ آپ ۶۵۳ھ ہجری میں پیدا ہوئے لیکن یہ صحیح نہیں ہے اور تاریخ فرشتہ میں آپ کی عمر کے متعلق جو ''ہشتاد و چہار'' لکھا ہے (جلد دوم ص، ۴۰۲) وہ بھی کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے ورنہ آپ نے چوہتر ۷۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔ جس کے ۷۲۵ھ ہجری میں کوئی اختلاف وشبہ نہیں اور آپ کی لوحِ تربت پر جو قطعۂ وفات کندہ ہے اس سے بھی یہی حال برآمد ہوتا ہے''۔

(حاشیہ: ''تاریخ ہند'' کتاب دوم، ص ۲۹۸-۲۹۷ ذکر امیر خسروؒ ''مولف سید ہاشمی صاحب فرید آبادی رکن سررشتۂ تالیف وترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد)

اس طرح مختلف مقامات پر مختلف دشواریاں سامنے آتی رہیں، رہ گئے مولانا شبلی نعمانی تو ان کے تاریخی حوالوں پر کیا بھروسہ کیا جاسکتا ہے ایک مثال ہی ان کی تاریخی بصیرت کے لئے کافی۔

(۱) ''سیف الدین کے انتقال کے وقت امیر خسروؒ کی عمر سات برس کی تھی''

(''شعر العجم'' حصہ دوم، ص ۹۶)

(۲) ''اس پر مزید یہ ہوا کہ ان کے والد نے ان کو آٹھ برس کی عمر میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے قدموں پر ڈال دیا تھا۔اور برکت کے لئے بیعت کرادی تھی''۔

(''شعرالعجم'' حصہ دوم، ص۱۱۴)

اس تاریخی اقتباس کی روشنی میں یہ اندازہ تو کم از کم ضرور ہو جائے گا کہ اور سب لوگوں کے یہاں جو اختلافِ واقعات کے پشتارے لگے ہیں وہ تو ایک طرف لیکن علامہ شبلی نعمانی جیسی عظیم الشان شخصیت کے یہاں ایک ہی شخصیت سے متعلق چند صفحات کے بعد جو تحریر ہے وہ کس قدر علمی مضحکہ کا سبب ہے۔

امیر خسروؒ کے عہد کی سیاسی کشمکش اور غلام بادشاہوں کا ایک طرف پایۂ تخت کو مضبوط رکھنا اور دوسری جانب مغلوں کے اس دباؤ کو روکنا جو ہندوستان کے سرحدی علاقوں میں انتشار کی صورت اختیار کرتا جارہا تھا نہایت دشوار کام تھا۔

تخت کے لئے روز نئی سازشیں ہوتی تھیں ''قصر سفید'' واقع کیلو کھری موجودہ کیلو کھڑی، رنگ روڈ، نئی دلّی، (Kilokhri, Ring Road, New Delhi) کی بنیاد نے امراء اور وزراء کے دلوں میں ایک سیاسی تناؤ کی فضا مستقل کردی تھی، ہر امیر جلد از جلد حکومت کی وفاداری کا پروانہ حاصل کرنے کے بعد کسی صوبہ کا حاکم (گورنر) بن جانا چاہتا تھا، حالات ایسے تھے کہ حاکم کے اختیارات بھی ایک چھوٹے سے بادشاہ سے کم نہیں تھے۔

یہی وجہ ہے کہ وہ مضبوط سیاسی شخصیت جس سے استحکام سلطنت کی توقع کی جاسکتی ناممکن ہوگئی تھی۔

غلاموں کے دلوں میں بھی یہ بات اچھی طرح جاگزیں ہوگئی تھی کہ اگر حالات مساعدت کریں اور انہیں بہترین کارگزاری (سیاسی سازش) کا موقع مل سکے تو وہ بھی دلّی کے تاجدار بن سکتے ہیں، بیشتر بادشاہوں کا قتل اسی اندرونی سازش کا نتیجہ تھا، بادشاہ ہر طرف خطرات کی فضا محسوس کرتے تھے، ورنہ چوہتر (۷۴) برس کے عرصہ میں گیارہ بادشاہوں کا قیام وجود میں نہ

آتا۔ اور دلی پے بہ پے اتنے جھٹکوں سے دوچار نہ ہوتی۔

بنگال، لکھنوتی، ملتان اور اودھ کے صوبے جتنے زیادہ اہم تھے اتنی ہی سیاسی سازشیں بھی ان صوبوں کے لئے روز وجود میں آتی رہتی تھیں۔

غیاث الدین بلبن کے عہد سے غیاث الدین تغلق کے عہد تک امیر خسروؒ کا تعلق تقریباً سبھی درباروں سے رہا۔ لیکن تاریخی شہادتیں یہ بات بہ آسانی بتاتی ہیں کہ امیر خسرو جیسی محبوبِ عوام شخصیت کے بارے میں بھی درباری امراء اور وزراء رشک وحسد ہی نہیں نفرت کے جذبات رکھتے تھے، معزالدین کیقباد کے عہد میں ملک نظام (وزیر سلطنت) کی نفرت انگیز باتیں اسی سیاسی تناؤ کی کھلی دلیل ہیں۔

دوسری طرف امراء دہلی کا ایک قابلِ لحاظ حلقہ امیر خسروؒ کے ارادت مندوں میں شامل تھا اور یہ امراء امیر خسرو کی ہم نشینی اپنے لئے باعثِ فخر بھی سمجھتے تھے، ان سے مساویانہ سلوک رکھتے تھے اور حتی الامکان قدرِ سخن میں امیر خسروؒ کی خدمت سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔

آخر میں یہی امراء امیر خسروؒ کے درباری تعلق کا درمیانی سلسلہ بنے۔ ان میں سے کئی ایک متذکرہ صوبوں میں حاکم بنائے گئے۔ امیر خسروؒ کی زندگی میں ان امراء سے تعلق کی بنا پر بہت سے عجیب وغریب واقعات وحادثات رونما ہوئے جن کا ذکر ان کی مثنویات میں تفصیل سے ملتا ہے۔

ایک اور اہم بات جس کا ذکر کئے بنا آگے نہیں بڑھا جاسکتا وہ یہ ہے کہ ان تمام تفصیلات کے باوجود کسی نے بھی جزوی طور سے بھی امیر خسروؒ کی خانگی زندگی سے متعلق کچھ نہیں لکھا، کہیں کہیں محض اشاراتی تحریریں ملتی ہیں، اور ان اشارات پر یقین کی بنیاد استوار نہیں کی جاسکتی۔

میں نے ان اشارات کے گرد شاعرانہ فضا میں ایک مبہم سا خاکہ پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ امیر خسروؒ کی روحِ پاک مجھے اس جسارت کے لئے معاف کرے۔

سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ سے ان کی وابستگی اور عقیدت ان کے مذہبی جذبات اور سوزِ قلب کی آئینہ دار ہے۔ اس سیاسی افراط وتفریط کے عالم میں روح کے سکون

کے لئے انہوں نے ایک ابدی پناہ گاہ تلاش کر لی تھی، اور اس تلاش میں تعلق کی سنہری گوٹ خود محبوب الٰہیؒ کی کرم نوازی تھی۔ حضرت امیر نے تمام وکمال اپنے کو مرشد برحق کی خدمت ورضا کے لئے وقف کر دیا تھا، اس سلسلہ میں واضح شہادتیں موجود ہیں کہ انہوں نے محبوب الٰہیؒ کی خاطر دربار میں بھی حق گوئی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور شاہ مبارک سے صاف کہدیا کہ ''میری جان حاضر ہے آپ نہایت آسانی سے میرا سر قلم کرا سکتے ہیں، لیکن میں محبوب الٰہیؒ کی بارگاہ میں شرمندہ نہیں ہونا چاہتا''۔

غیاث الدین تغلق سے ان کا دل صاف نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ محبوب الٰہیؒ سے پُرخاش رکھتا تھا۔ لیکن بعض نزاکتوں کے پیشِ نظر وہ دربار سے اپنا تعلق قطع بھی نہ کر سکتے تھے۔

اس اوپیرا (OPERA) میں ان تمام جزئیات کو نظر میں رکھ کے شاعرانہ تخیل کے سہارے پھونک کر قدم آگے بڑھانا پڑا ہے۔

ایک دشواری یہ تھی کہ حضرت امیر خسروؒ کے کلام کا مسئلہ کس طرح حل ہو کیونکہ بیشتر کلام فارسی میں ہے، میں نے اسی میں عافیت سمجھی کہ ہندی کا کلام جو مرجعِ خلائق ہو چکا ہے اور جس کو اب تک سینکڑوں گانے والے طرح طرح سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں اس کو اسی طرح رکھا جائے اور فارسی کلام کی جہاں ضرورت ہو وہاں آسان اردو میں غزل یا قطعہ یا نظم کے ٹکڑے کا ترجمہ کر دیا جائے۔

کسی ایک شخصیت کو تاریخ کے الجھے ہوئے اوراق سے صاف کر کے نکالنا اور اس کے نقوش کو واضح کر کے دیکھنا اور دکھانا ان تاریخی اصنام کی گرد جھاڑ کر پھر سے سجانا ہے جن پر صدیوں کی گرد ہی نہیں حادثات کی ضرباتِ شدید بھی اثر انداز ہوئی ہیں، اس کے علاوہ ایک ایسے معاشرہ اور ماحول کو زندہ کر کے دیکھنا پڑتا ہے جس کا اب ہلکا سا عکس بھی باقی نہیں ہے۔

میں اپنی اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں اس کا فیصلہ قارئین اور ناظرین پر چھوڑتا ہوں، لیکن ایک آرزو اور امید کی ٹمٹماتی شمع کا یہ سہارا بہت ہے کہ خدا کرے یہ حقیر سا نذرانہ محبوبِ محبوب الٰہیؒ میں سندِ قبولیت حاصل کرے اور میری اس سعیِ نامشکور کی فروگذاشت کو

عفوو درگذر کا پردہ ڈال کے معاف کردے۔ آمین۔

یہ بات اس سے آگے یوں بڑھانا پڑ رہی ہے کہ اس اوپیرا کو جس ذوق وشوق سے میں نے لکھا تھا اس سے گذشتہ چوبیس، پچیس سال میں بہی خواہوں، دوستوں، اور کرم فرماؤں نے جو سلوک کیا وہ اس تجربہ کا اہم حصہ ہے، اب تک یہ اوپیرا ہندوستان کے مختلف حصوں میں نمائش کے لئے پیش کیا جاچکا ہوتا، اور کتابی صورت میں بھی منظرِ عام پر آجاتا، لیکن محبِ صادق اور مخلص مشہور طنز ومزاح نگار مجتبےٰ حسین صاحب نے اس کو حسن الدین احمد (I.A.S) کی خدمت میں پیش کردیا تھا، جن کے ہاتھوں عالیجناب فخر الدین علی احمد مرحوم کے عہد صدارت میں بیگم عابدہ احمد کے مطالعہ کے لئے پیش کیا گیا اور انہوں نے اس کو بے حد پسند کر کے اپنے گروپ کے ذریعہ اسٹیج کرنے کا پروگرام بنایا، لیکن نہ جانے کیوں حسن الدین احمد صاحب اور جشن امیر خسروؒ کمیٹی کے اراکین مجھ کو بار بار تحریری یقین دہانیوں کے باوجود اس کو پس پشت ڈالے رہے اور وقت گذر گیا۔

اتفاق سے دلّی میں ایک دن میری عدم موجودگی میں میرے کمرے سے چوری میں جہاں میرا بہت سا قیمتی سامان اور کتابیں چوری ہوئیں وہیں اس اوپیرا کی جو کاپی میرے پاس باقی تھی وہ اور میری ایک طویل نظم جو ''بیت المقدس'' کے پس منظر میں لکھی گئی تھی اور تقریباً تین سو بند پر مشتمل تھی وہ بھی چور اٹھا لے گئے، ظاہر ہے کہ انہوں نے ان مسودات کے ساتھ وہی انصاف کیا ہوگا جو عام طور سے چوری میں دستیاب ہونے والے کاغذات کا ہوتا ہے۔

حسن الدین احمد صاحب دہلی سے حیدرآباد چلے گئے میں تقاضوں پر تقاضے کرتا رہا، اور ایک طویل عرصہ اس خط وکتابت میں گذر گیا ۸۱ء میں ان کے دل میں خدا نے رحم پیدا کیا اور انہوں نے رجسٹرڈ ڈاک سے مجھ کو یہ مسودہ بمبئی کے پتہ پر واپس کیا۔

اللہ ان کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس کو حفاظت سے رکھا اور دیر ہی میں سہی واپس تو کیا، خدا ان کے مراتب ومناصب بلند فرمائے۔ (آمین)

فصیح اکمل

امیر خسرو (رحمۃ اللہ علیہ)

(اوپیرا)

زمانہ

۶۵۱ھ ۷۲۵ھ

سے

۱۲۵۳ء ۱۳۲۴ء)

کردار:

امیر خسرو

امیر سیف الدین (والد ماجد حضرت امیر خسرو)

بیگم امیر سیف الدین (والدہ ماجدہ....)

مولانا سعد الدّین (استاد.....)

خواجہ اصیل (نائب کوتوال دہلی)

خواجہ عزیز الدین (عالم و شاعر)

اعتماد الملک (امیر خسرو کے نانا)

خواجہ حسن دہلوی (مشہور شاعر)

غیاث الدّین بلبن (بادشاہ دہلی)

بغرا خاں (غیاث الدین بلبن کا چھوٹا بیٹا اور حاکم سامانہ)

سلطان محمد قاآن (..............بڑا بیٹا اور حاکم ملتان)

صدر الدین عالؔی

عارف عبد الحکیم (مشہور شاعر)

خان جہاں (امیرِ دربار اور حاکمِ اودھ)

معز الدین کیقباد (بادشاہ دلّی)

ملک احمد (امیر حاجی) امیر خسرو کے صاحبزادے)

بدر (.....کی صاحبزادی)

بیگم امیر خسرو

جلال الدین خلجی (بادشاہ دہلی)

(مجذوب، کچھ رقاصائیں، خادمائیں، غلام، نقیب، قوال اور بچے وغیرہ)

(محبوب الٰہی رحمۃ اللہ آواز اور روشنی کے مناظر سے ان کے وجود کا احساس)

پہلا ایکٹ

(1st Act)

پہلا منظر

موسیقی کی دھیمی لہریں (ستار اور طبلے کی واضح آوازیں) آہستہ آہستہ تیز ہوتی ہیں اور ان کے مدوجزر کے درمیان پردہ اٹھتا ہے، روشنی کا دائرہ آہستہ آہستہ واضح ہوتا ہے اس روشنی کے دائرے میں ایک دراز قد مجذوب سر جھکائے کھڑا ہے روشنی کئی رنگ بدلتی ہے، روشنی کا دائرہ آگے بڑھتا ہے اور مجذوب اس کے تعاقب میں قدم بڑھاتا ہے، پھر اچانک رک کر آسمان کی جانب سر اٹھاتا ہے، چہرے پر کھنچاؤ کم ہوتا ہے اور مسکراہٹ ہونٹوں پر کھیلنے لگتی ہے، از خود رفتگی کے عالم میں مبہم الفاظ - آواز نہیں آتی، صرف لب ہلتے دکھائی دیتے ہیں، رفتہ رفتہ آواز واضح ہوتی ہے،

مجذوب:۔اے زمین..........،..........

وقفہ

اے زمین ، تیری مٹّی میں جلوے بہت
ایک جلوہ کی پہچان جس کو ہوئی
وہ زمیں پر رہا آسماں کی طرح
اے زمیں اس گیانی کے قدموں تلے
تو چمکتی رہی کہکشاں کی طرح
ہر قدم تیرے جلووں کی دنیا نئی
تیری مٹّی نے سورج اگائے کئی
روپ خالق کا ہے، پیار ماں باپ کا
اے زمیں تیری مٹّی میں کیا کچھ نہیں

مورتیں تو بناتی ہے کیا کیا حسیں
صورتیں تو سجاتی ہے کیا کیا حسیں
کبھی موسم سے کرتی ہے گل کاریاں
کبھی معصوم بچوں کی کُل کاریاں

اے زمیں

اے زمیں

تیری مٹّی میں جلوے بہت

جلوے بہت

ایک ترک امیر (امیر سیف الدین) اپنی گود میں ایک نوزائیدہ بچہ لئے ہوئے داخل ہوتا ہے اور مجذوب کے سامنے جا کر ٹھہر جاتا ہے۔

(موسیقی بدلتی ہے)

امیر سیف الدین:- بابا............ بابا

(مجذوب ابھی تک اسی کیفیت میں ڈوبا ہوا ہے)

مجذوب:- اے زمیں
اے زمیں
تیری مٹّی میں جلوے بہت

امیر سیف الدین:- (کچھ نہ سمجھتے ہوئے، حیرت سے مجذوب کو دیکھتے ہیں پھر زور سے آواز دیتے ہیں..........)

بابا...................... بابا

مجذوب:- (سر اٹھا کر غور سے امیر سیف الدین کے چہرے کو دیکھتا ہے پھر بچہّ پر نظر پڑتی ہے اور بے اختیار ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہو جاتی ہے)

ہزار بار مبارک امیر سیف الدیں
خدا کے بھید وہی جانے اور کوئی نہیں
اور کوئی نہیں

(وقفہ)

تمہارے بلخ کی سرسبز وادیوں کی قسم
تمہارے ہاتھوں پہ ہے آفتابِ صبحِ عجم

امیر سیف الدین:- (خوش ہو کر بچّہ کو مجذوب کی گود میں لٹا دیتے ہیں)

سلام کہہ کے، کہا ہے یہ بابا بیگم نے
دعا کرو کہ یہ بچّہ نصیبہ ور ہو جائے

مجذوب:- (بچّہ کی پیشانی کو بے ساختہ چوم لیتا ہے)

دعا کے بعد، یہ کہنا امیر بیگم سے
تمہاری گود میں وہ آفتابِ روشن ہے
کہ جس سے مشرق و مغرب چمکنے والے ہیں

امیر سیف الدین:- (مجذوب کے سامنے زانو ٹیک کر جھکتے ہیں۔ مجذوب بچّہ ان کی گود میں واپس کر دیتا ہے)

دعا کے بعد ضرورت نہیں مگر بابا
مجھے بھی اس کے کچھ آگم کی دو خبر بابا

مجذوب:- خدا کے بھید وہی جانے اور کوئی نہیں
میں تم کو اتنا بتا دوں، امیر سیف الدیں
چھڑا کے بلخ کی سرسبز وادیاں تم سے
بسایا ہے لبِ گنگا اسی کی قسمت نے

(مجذوب ایک دم اٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے، اور آگے بڑھتا ہے، امیر سیف الدین حیرت سے مجذوب کو دیکھ رہے ہیں)

امیر سیف الدین:- بسایا ہے لبِ گنگا اسی کی قسمت نے؟
(مجذوب کے بہت قریب ہو کر آہستہ ہے)
تو کیا یہ ہوگا کبھی تخت وتاج کا مالک؟

مجذوب:- نہیں نہیں، اسے کیا تخت وتاج سے مطلب
جو چند روزہ ہو کیا ایسے راج سے مطلب
عطا ہوئی ہے اسے سلطنت فقیری کی
کہ عشق پیشہ کو حاجت نہیں امیری کی
زوال کا تو نہیں سایۂ گریزاں بھی
کمال وہ ہے کہ ششدر ہوں میر وسلطاں بھی
یہ اس دیار کا وہ خسروِ یگانہ ہے
دلوں میں شمعِ محبت جسے جلانا ہے

امیر سیف الدین:- کمالِ علمِ شریعت ہے، یا طریقت ہے؟

مجذوب:- کمالِ علمِ شریعت بھی ہے طریقت بھی
ولیٔ عصر بھی ہے رندِ خوش طبیعت بھی
نصیب میں ہے بہت اس کے جاہ وحشمت بھی
کلاہِ فقر بھی ہے منصبِ وزارت بھی
مگر یہ ملکِ سخن کا ہے تاجدار ایسا
کہ تا قیامِ قیامت چلے گا نام اس کا

امیر سیف الدین:- تمہاری چشمِ بصیرت پہ ہے یقین مجھے
کیے ہیں راز عجب مجھ پہ منکشف تم نے

2

مجذوب:- میں اس کی خوبیاں تم کو بتا نہیں سکتا
تمام حال مجسم.... دکھا نہیں سکتا

امیر سیف الدین:- خدا کے قبضۂ قدرت میں کیا نہیں بابا

مجذوب:- خدا کے بھید وہی جانے اور کوئی نہیں
اک اور بات یہ سُن لو امیر سیف الدیں
کھِلا رہے گا قیامت تلک چمن اس کا
جو رکھّو نام تو ''رکھنا ابوالحسن'' اس کا

(مجذوب یہ کہہ کر تیزی سے آگے بڑھتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے، امیر سیف الدین حیرت کے عالم میں کھڑے ہیں، روشنیاں بجھتی ہیں)

***

دوسرا منظر

(امیر سیف الدّین کے مکان کا اندرونی منظر- ایک چھوٹا بچّہ اور ایک چھوٹی بچّی کھلونوں سے کھیل رہے ہیں، امیر سیف الدّین بچّہ کو لئے ہوئے داخل ہوتے ہیں، دونوں بچّے کھیل چھوڑ کر قریب آجاتے ہیں سامنے ایک پردہ پڑا ہے، ایک خادمہ پردہ ہٹا کر باہر آتی ہے اور امیر کی گود سے بچّہ کو لے لیتی ہے)

(موسیقی بدلتی ہے)

امیر سیف الدّین:- کیا بات ہے؟
اداس نظر آرہی ہو کیوں؟

خادمہ:- سرکار!
میری جان نچھاور ہزار بار
آنے میں آپ کو جو ذرا دیر ہوگئی
بیگم نے خاداؤں کو حیران کر دیا
اتنے کئے سوال پریشان کر دیا

امیر سیف الدین:- (ہنستے ہوئے)
میں جانتا ہوں
میں جانتا ہوں، ان کی طبیعت کا حال خوب

خادمہ:- حاضر ابھی میں آتی ہوں، بچّہ کو چھوڑ کر

(خادمہ پردہ اٹھا کر اندر جاتی ہوئے، امیر سیف الدّین بے قراری سے ٹہل رہے ہیں، خادمہ فوراً

واپس ہوتی ہے)

خادمہ:- سرکار! چلیئے آپ کو فرما رہی ہیں یاد

امیر سیف الدین:- بیگم کے دشمنوں کی طبیعت نہیں بحال
ہے فرض تم پہ دِل سے کرو ان کی دیکھ بھال

خادمہ:- سرکار!
اپنے فرض کو پہچانتی ہوں میں
ان کی مزاج کیسا ہے یہ جانتی ہوں میں

(خادمہ پردہ اٹھاتی ہے، اندر ایک بڑے چھپر کھٹ پر بیگم لیٹی ہیں بچہّ پاس لیٹا ہے، شاہی زمانے کے امراء کے یہاں جو اہتمام ہوتا تھا وہ سب موجود ہے، کئی خادمائیں مؤدّب کھڑی ہیں امیر کو دیکھ کر بیگم اٹھنے کی کوشش کرتی ہیں، خادمائیں آگے بڑھتی ہیں، لیکن امیر ہاتھ کے اشارے سے بیگم کو اٹھنے سے روک دیتے ہیں اور برابر میں رکھی کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں)

امیر سیف الدین:- کہیئے مزاج دُشمناں ناساز تو نہیں

(بیگم آنکھ کے اشارے سے خاداماؤں کو باہر جانے کا حکم دیتی ہیں، ایک ایک کر کے خادمائیں باہ نکل جاتی ہیں)

بیگم:- مجذوب نے جو بچہّ کو دیکھا تو کیا کہا؟

امیر سیف الدین:- تم کو دعائیں دے کے یہ مجذوب نے کہا
(موسیقی بدلتی ہے)

''تمہاری گود میں وہ آفتاب روشن ہے
کہ جس سے مشرق ومغرب چمکنے والے ہیں
کِھلا رہے گا قیامت تلک چمن اس کا
جو رکھّو نام تو رکھنا ''ابوالحسنؔ'' اس کا

بیگم:- امیر! آپ نے پوچھا نہیں یہ بابا سے
کہ شرق وغرب کا یہ آفتاب کیسے ہے؟
مجھے تو لگتا ہے دامن یہ سب کا بھر دے گا
نصیب اس کا اسے بادشاہ کر دے گا

امیر سیف الدین:- سوال میں نے بہت تو نہیں کئے تھے مگر
سنائی ہے مجھے بابا نے ایک عجیب خبر
یہ بچہ وقت کا اپنے عظیم شاعر ہے

بیگم:- عظیم شاعر ہے؟
سپاہی زادہ کو شعر و سخن سے کیا نسبت؟

امیر سیف الدین:- خدا کے قبضۂ قدرت میں کیا نہیں بیگم

بیگم:- جو دلّی جاؤں گی اب کے تو اپنے بچے کو
میں لے کے جاؤں گی سلطان جی کی خدمت
میں
نصیب جگتے ہیں اس بارگاہِ رحمت میں

امیر سیف الدین:- خدا کرے کہ وہ لمحات جلد تر آئیں
(اٹھتے ہیں- اور آہستہ آہستہ باہر کی طرف بڑھتے ہیں)

بیگم:- (آنکھیں بند کر لیتی ہیں- اور آہستہ آہستہ سے کہتی ہیں)
خدا کے فضل سے اک دن وہ لمحے آئیں گے
(امیر باہر نکلتے ہیں، ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی ہے)
(روشنی بجھتی ہے)

تیسرا منظر

(دہلی............مولانا سعد الدین کا مکتب جس میں بہت سے بچے خوش نویسی کی وصلیوں پر مشق کر رہے ہیں، ایک بچہ جو مولانا کے سید ھے ہاتھ بیٹھا ہے بار بار آسمان کی جانب سر اٹھاتا ہے اور پھر لکھنے میں مصروف ہو جاتا ہے، بچہ نہایت حسین وجمیل ہے، مولانا کی نگاہیں بچہ پر پڑتی ہیں، پہلے وہ ایک لمحہ بچہ کو دیکھتے رہتے ہیں پھر وصلی پر نظر جاتی ہے، مولانا وصلی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے)

مولانا سعد الدین:- ذرا دکھاؤ یہ مجھ کو
ابوالحسن بیٹے

ابوالحسن:- (حیرت سے استاد کی طرف دیکھتا ہے، پھر جلدی جلدی اپنے لکھے کو مٹانے کی کوشش کرتا ہے)
ابھی
....
ابھی دکھاتا ہوں
حاضر ابھی میں آتا ہوں

مولانا سعد الدین:- ارے مٹاؤ نہ اس کو
یہی دکھاؤ مجھے

ابوالحسن:- یہی دکھاؤں
مگر یہ تو کچھ نہیں ہے حضور

مولانا سعدالدین　　دکھاؤ مجھ کو یہی

(غصہ سے)　　جو بھی لکھ رہے تھے تم

(ابوالحسن نہایت پریشانی اور کشمکش کے عالم میں اٹھتا ہے، اصلی استاد کے سامنے رکھ دیتا ہے)

مولانا سعدالدین:۔ (زور سے پڑھتے ہوئے)

ایک کمسن نے مجھ پہ کی بیداد

اے بزرگانِ شہر داد تو دو[1]

(شعر پڑھ کر حیرت سے مولانا ابوالحسن کو دیکھتے ہیں، ابوالحسن کی نگاہیں جھکی ہوئی ہیں)

یہ شعر کس سے سنا ہے ابوالحسن تم نے

تمہارے گھر میں تو شاعر نہیں کوئی شاید

سپہ گری کے محاسنِ سے آشنا ہیں سب

بہادری میں ہے یکتا قبیلۂ ''لاچین''

تمہارے ذہن میں یہ شعر رہ گیا کیسے

سنا ہے تم نے کسی سے، کہ ہے پڑھا تم نے

ابھی سے تم جو یہ اشعار یاد کرتے ہو

خدا کے واسطے کیوں مجھ پہ نام دھرتے ہو

ابوالحسن　　(نگاہیں جھکائے ہوئے، چہرہ پر خوف کے آثار ہیں)

حضور..............

اب کبھی ہوگی نہ ایسی گستاخی

مجھے معاف کریں

[1] ترجمہ اصل فارسی شعر یوں ہے،

خردسالے بمن کند بیداد　　اے بزرگانِ شہر داد دہید　(امیر خسروؒ)

یہ شعر..............

یہ شعر مشق کے دوران لکھ گیا یوں ہی

کہیں سنا بھی نہیں

اور کہیں پڑھا بھی نہیں

مولانا سعدالدین:- کہیں سنا بھی نہیں

اور کہیں پڑھا بھی نہیں

تمہاری بات پہ آتا نہیں ہے مجھ کو یقیں

ابوالحسن:- حضور..............

آپ تو واقف ہیں میری باتوں سے

یقین کیجئے

میں جھوٹ بولتا ہی نہیں

مولانا سعدالدین:- میں کیا بتاؤں

کہ مجھ کو یقیں نہیں آتا

نہیں، نہیں

مجھے ہرگز یقیں نہیں آیا

تمہاری عمر ہی کیا ہے؟

کہ ایسے شعر لکھو

ابوالحسن:- حضور..............

میں نے تو اشعار ہیں بہت لکھے

اگر ہو حکم

تو دو چار اور عرض کروں

مولانا سعدالدین: (ڈانٹتے ہوئے) نہیں، نہیں

مجھے اشعار مت سناؤ تم

اب اپنا کام کرو

جا کے بیٹھ جاؤ تم

(ابوالحسن مایوسی کے عالم میں واپس آ کر اپنی جگہ بیٹھ جاتا ہے، مولانا سعد الدین کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی ہیں، وصلی اب تک ان کے سامنے رکھی ہے، وہ ایک بار پھر شعر زور سے پڑھتے ہیں)

مولانا سعد الدین:- ایک کمسن نے مجھ پہ کی بیداد

اے بزرگانِ شہر داد تو دو

(ابوالحسن نگاہیں اٹھا کر حیرت سے استاد کو دیکھتا ہے)

عجیب بات ہے

بالکل عجیب بات ہے یہ

ذرا سا بچہ کہے سہلِ متمنع[1] میں شعر

عجیب بات ہے

کیسے یقین کر لوں میں

یہ بچہ شعر میں سعدیؔ سے بڑھ گیا آگے

ابھی سے رنگ ہے ایسا

تو ہو گا کیا آگے؟

(ابوالحسن کے چہرے پر خوشی کی لہریں سی پیدا ہوتی ہیں، اور ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگتی ہے، اتنے میں ایک قاصد خواجہ اصیل نائب کوتوال کے پاس سے آتا ہے، مولانا سعد الدین قاصد کو دیکھتے ہیں، قاصد مؤدّب دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر)

[1] صاف ستھرے، زبان کے اعتبار سے آسان

قاصد:- حضور.................آپ کو سرکار نے کیا ہے یاد

مولانا سعد الدین:- خدانہ کردہ

کوئی پیش آگئی اُفتاد

قاصد:- نہیں حضور

نہیں..............کچھ خطوط ہیں شاید

جواب ان کے لکھانا ہیں آپ سے ان کو

مولانا سعد الدین:- ابھی بلایا ہے؟

یا شام تک میں آجاؤں؟

قاصد:- ابھی بلایا ہے

شاید ضروری خط ہوں گے

مولانا سعد الدین:- ذرا سا ٹھہرو

یہاں بیٹھ جاؤ

چلتا ہوں

(مکتب کے بچوں سے مخاطب ہو کر)

تمہاری چھٹی ہے

اب جاؤ اپنے گھر بچو

(بچے جلدی جلدی اپنی اپنی وصلیاں اور لکھنے پڑھنے کا سامان سمیٹ کر اٹھ کر جانے لگتے ہیں)-(مولانا ابوالحسن سے مخاطب ہو کر..........)

تمہاری چھٹی نہیں ہے

ابوالحسن ٹھہرو

(ابوالحسن رُک کر حیرت سے استاد کو دیکھتا ہے)

ابوالحسن:- (ڈرتے ہوئے)

قصور ہو گیا مجھ سے

میں وعدہ کرتا ہوں

کہ اب سے شعر نہ لکھوں گا

مشق کے دوران

مولانا سعدالدین:- نہیں یہ بات نہیں ہے

ڈرو نہیں بیٹے

میں آج تم کو ملاؤں گا خواجہ صاحب سے

ابوالحسن:- (ڈرتے ہوئے)

وہ کوتوال ہیں

ڈانٹیں گے اور ماریں گے

نہیں حضور

پکڑتا ہوں اب سے کان اپنے

کہ اب میں شعر نہ لکھوں گا مشق کے دوران

مولانا سعدالدین (پیار سے گلے لگاتے ہوئے)

نہیں، نہیں

انہیں تم جانتے نہیں بیٹے

بہت شفیق

بہت نرم دل کے انساں ہیں

ذرا چلو میرے ہمراہ

دیکھنا پھر تم

وہ تم کو دیکھ کے خوش ہوں گے

دیں گے کچھ انعام

ابوالحسن:- نہیں حضور............نہیں

مجھے فکر صرف اتنی ہے

کہ والدہ نہ پریشان ہوں دیر ہونے سے

مولانا سعدالدین:- انہیں میں بھیج کے قاصد خبر کراتا ہوں

ابوالحسن:- (ادب سے سر جھکا کر)

حضور، جیسا بھی فرمائیں وہ مناسب ہے

(روشنی بجھتی ہے)

☆☆☆

چوتھا منظر

(خواجہ اصیل کا مکان- خواجہ اصیل اور خواجہ عزیز الدین آمنے سامنے بیٹھے ہیں، مولانا سعدالدّین ابوالحسن کو ساتھ لئے ہوئے داخل ہوتے ہیں، خواجہ اصیل استقبال کے لئے اٹھتے ہوئے، قاصد جو ساتھ آیا ہے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر جھکتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے)

خواجہ اصیل:- جناب.........آپ کو ناوقت دی ہے یہ زحمت

مولانا سعدالدین:- تکلّفات میں پڑنا ہے آپ کی عادت
تعلقات میں زحمت ہے باعثِ رحمت

خواجہ:- جناب، آپ کے اخلاق اور مروّت کا جہاں میں شہرہ ہے
میں ایک بندۂ ناچیز کیا کروں تعریف

مولانا سعدالدین:- مرے خیال میں یہ بات بھی ہے لایعنی

خواجہ عزیز الدین:- حضور...............
مجھ کو بھی ان سے یہی شکایت ہے
تکلّفات میں پڑنا تو ان کی عادت ہے

مولانا سعدالدین:- (مسکراتے ہوئے)
یہ خیر چھوڑیئے
فرمایئے........
میں حاضر ہوں

خواجہ عزیز الدین:- (بچہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے)

جناب..................

آپ کے ہمراہ ہے یہ بچہ کون؟

مولانا سعد الدین:- (مسکراتے ہوئے)

انہیں سے پوچھئے

تعریف ہیں یہ خود اپنی

خواجہ اصیل:- (بچہ سے) کھڑے ہو کس لئے بیٹے

تم اس طرف بیٹھو

(ابوالحسن ادب سے ایک جانب بیٹھ جاتے ہیں، چہرے پر اب بھی خوف کے آثار ہیں، آنکھیں جھکی ہوئی ہیں)

خواجہ عزیز الدین:- (ابوالحسن سے)

جناب آپ ہی تعریف اپنی فرمائیں

ابوالحسن:- (پہلے ڈرتے ڈرتے استاد کی جانب دیکھتے ہیں، پھر جب انہیں مسکراتا دیکھتے ہیں تو ادب سے کھڑے ہو کر)

ابوالحسن ہے مرا نام

ترک بچہ ہوں

خواجہ عزیز الدین:- بہت ہی خوب

مگر ترک کس قبیلے سے؟

ابوالحسن:- ترکِ لاچینی

مولانا سعد الدین:- جناب دخل ہے شعر و سخن میں بھی ان کو

مری سمجھ میں تو ''غوں غاں'' یہ کچھ نہیں آتی

میں ان کو مشق کراتا ہوں خوش نویسی کی

تو وصلیوں پہ یہ اشعار اپنے لکھتے ہیں
خدا ہی جانے کہ یہ شعر کیسے کہتے ہیں؟

خواجہ اصیل:- عجیب بات ہے؟
اس کم سنی میں یہ عالم؟

مولانا سعد الدین:- مجھے بھی اس پہ تعجب ہوا خدا کی قسم
بہت سے بچوں کو اس سن میں میں نے دیکھا ہے
کہ شعر تو ہے کجا، بات کر نہیں سکتے
سلیقہ شعر سمجھنے کا ہے بہت دشوار
مگر انہوں نے تو اک شعر ایسا لکھا ہے
کہ جس کو دیکھ کے مجھ کو پسینہ آیا ہے

خواجہ عزیز الدین:- عجیب بات ہے مولانا
واقعی حیرت
خطا معاف
مجھے تو یقیں نہیں آتا

مولانا سعد الدین:- جناب مجھ کو بھی پہلے یقیں نہیں آیا
مگر یہ کہتے ہیں
میں نے کہی ہیں کچھ غزلیں
میں ان کو ساتھ میں اپنے اسی لئے لایا
کہ ان کی طبع کا کچھ امتحان ہو جائے

خواجہ عزیز الدین:- (اِدھر اُدھر دیکھتے ہیں، خواجہ اصیل ان کا مطلب سمجھ کر تالی بجاتے ہیں ایک خادم دست بستہ حاضر ہوتا ہے، وہ اسے ایک بیاض کی جانب اشارہ کرتے

ہیں، وہ کتابوں کے درمیان سے وہ بیاض اٹھا کر ادب سے دونوں بزرگوں کے درمیان رکھ دیتا ہے اور واپس ہو جاتا ہے) خواجہ عزیز الدین بیاض اٹھا کر دیکھتے ہیں، اور ابوالحسن کی جانب بڑھاتے ہیں)

میاں.........

سنائیے اشعار اس بیاض سے آپ

ابوالحسن :- (ادب سے آگے بڑھ کر بیاض لے لیتے ہیں، اور اسے کھول کر ورق الٹتے ہیں پھر ایک نگاہ اپنے استاد مولانا سعد الدین کی جانب ڈالتے ہیں، وہ آنکھوں سے پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں- ابوالحسن ترنم سے شروع کرتے ہیں- یہ غزل نسوانی آواز میں بیگ گراؤنڈ سے- ابوالحسن کے ہونٹوں کی جنبش کے ساتھ)

غزل

چلا ہوں راہِ طلب میں یہ سوچ کر تنہا

کہ تو ہے عالمِ امکاں میں جلوہ گر تنہا

نہ کوئی مونس دیاور نہ غمگسار کوئی

پھرا ہوں شہر تمنا میں در بدر تنہا

یہ کیا کیا کہ مرا دِل بھی تم نے توڑ دیا

بتاؤ اب میں جیوں کس امید پر تنہا

تری نگاہِ محبت نے لاکھ کوشش کی

مرے نصیب نے رکھا مجھے مگر تنہا[1]

(غزل نے تینوں حضرات پر ایک غم انگیز جادو کر دیا، غزل ختم ہوتی ہے تو خواجہ اصیل اور خواجہ عزیز الدین اپنی آنکھیں رومال سے پوچھتے ہیں)

[1] فصیح اکمل

خواجہ اصیل:- عجیب سحر ہے آواز میں
سبحان اللہ

خواجہ عزیز الدین:- سبحان اللہ
قسم خدا کی قیامت ہے ترکِ نو آواز
یہ دلنواز ترنم
یہ دل نشیں آواز

خواجہ اصیل:- دراز عمر ہو
یہ حال جب ابھی سے ہے

....

خواجہ عزیز الدین:- سخن ہو آپ کا بالا
مری یہ خواہش ہے
کہ شعر گوئی کا بھی کچھ امتحان ہو جائے

مولانا سعد الدین:- یقیں کے واسطے
کافی ہے شعر خوانی بھی

خواجہ اصیل:- ابھی یہ چھوٹے سے بچے ہیں
تھک گئے ہوں گے

خواجہ عزیز الدین: (دعائیہ) خدا کرے کہ درخشاں ہو نیّر اقبال
تمہارا نام رہے اس جہاں میں لاکھوں سال
(روشنی بجھتی ہے)

☆☆☆

3

پانچواں منظر

(عمادالملک کی حویلی۔ ایک نہایت سجے ہوئے کمرے میں جو خوابگاہ بھی ہوسکتا ہے ایک مسہری پر بیگم امیر سیف الدین نیم دراز ہیں۔ امیر سیف الدین سامنے صوفہ پر آرام سے بیٹھے ہیں)

بیگم امیر۔ دلی آئے سے ہمیں کتنے برس بیت گئے
اور بر آئی نہ اب تک وہ مرے دل کی مراد

امیر سیف الدین۔ تم سمجھتی ہو کہ میں بھول گیا ہوں شاید
نہیں ہرگز نہیں۔ بیگم ہے مجھے یاد وہ سب
الجھنیں اتنی ہیں ملتی نہیں مہلت مجھ کو

بیگم۔ وقت جاتے بھی کہیں وقت لگا کرتا ہے

امیر سیف الدین۔ اس کا احساس مرے دل کو بھی رہتا ہے مگر

بیگم۔ صرف احساس ہی بس..............؟
عمر ہے چار نفس
اور پھر عہدہ منصب ایسا
جس میں اک لمحہ فراغت کا میسر نہ ہوا
دلی آئے ہمیں کتنے برس بیت گئے
اور اک چھوٹا سا ارمان نہ نکلا میرا

امیر سیف الدین- تمہیں حالات کی ہے مجھ سے زیادہ ہی خبر
ان دنوں مغلوں کی شورش سے زمانہ ہے دگر
مشکلیں بڑھ گئیں پھر ظلِ الٰہی کے لئے

بیگم- جانتی ہوں کہ پریشان ہیں باوا بھی بہت
ہے تو عظمت کا نشاں عہدہ ''راوت عارض''

(''امیر کے نانا عماد الملک ''راوت عیارض'' کے عہدہ پر سرفراز تھے'' ''راوت'' گجراتی میں سوار کو کہتے ہیں۔ اس عہدہ پر کے فرائض یہ تھے کہ وہ شاہی سواروں کی نگرانی رکھیں اور اس کا خیال رکھیں کہ ہر سوار کے پاس گھوڑا موجود ہے یا نہیں۔

اس کی دشواریاں باوا ہی سے پوچھے کوئی
بات کرنے کی بھی ملتی نہیں مہلت ان کو
ہفتوں صورت کو میں خود ان کی ترس جاتی ہوں

امیر سیف الدین- مجھے بھی ان کی ضعیفی کا خیال آتا ہے
اتنی مصروفیت اور عمر کی ایسی منزل
جس میں آرام ضروری ہے ہر انساں کے لئے

بیگم- ہاں مگر چیز ہے اک حقِ نمک خواری بھی

امیر سیف الدین- بس یہی بات تو کرتی ہے مجھے بھی مجبور
ورنہ کیا تم سے کہوں میرا ارادہ کیا تھا

بیگم- آخرش کچھ تو کہو- دل میں چھپاتے کیوں ہو-؟

امیر سیف الدین- کچھ نہیں اب تو اسے صرف ارادہ سمجھو

بیگم- اچھا اب یونہی سہی- کچھ تو کھلو

امیر سیف الدین- ''مومن آباد''[1] سے رخصت پہ یہ تھا دل میں خیال
سر دربار یہ میں[2] ظلِ الٰہی سے کہوں

اب مجھے رتبۂ عالی کی نہیں کوئی ہوس
وقت نے آپ کے قدموں پہ جو ڈالا تھا مجھے
آپ نے ذرہ کو خورشید کیا خوب کیا
نہ کمی دولت و عزت میں کبھی آنے دی
میری پردیس میں ہر طرح سے توقیر ہوئی
اب یہ ''تلوار'' امانت ہے مری نسلوں کی
آپ کے دست مبارک کو اسے سونپتا ہوں
میرے بیٹوں میں جو ہو اہل عطا اس کو کریں
اور دیں مجھ کو اجازت کہ اب اس عمر میں کچھ
مالکِ کون و مکاں کی بھی اطاعت کرلوں
آخری عمر میں کچھ لگ کے عبادت کرلوں

بیگم- آخری عمر میں-؟
واللہ ذرا پھر تو کہو-

امیر سیف الدین- سانس کی آمد و شد پر ہے مدار ہستی
کس نے ناپا ہے بھلا زیست کے پیمانے کو

بیگم- بات یہ خوب نکالی مرے سمجھانے کو

امیر سیف الدین- نہیں بیگم-نہیں یہ بات نہیں ہے ہرگز
دامنِ ظل الٰہی کی قسم کھاتا ہوں

[1] پٹیالی-امیر خسرو کا مولد [2] ناصر الدین محمود (مدت حکومت بیس سال چند ماہ)

اب خدا جانے میں کیوں جھگڑوں سے گھبراتا ہوں

بیگم- تم کو کیا یہ بھی بتانے کی ضرورت ہے مجھے
خود ہے اسلام میں کیا فرض سپاہی کے لئے-؟
مقصدِ نیک میں تلوار اٹھانا کیا ہے-؟
سرِ اعداً کو سرِدار سجانا کیا ہے-؟
فرض اب حق نمک ظل الٰہی کا ہے
میری رگ رگ میں لہو ایک سپاہی کا ہے

(اتنے میں ایک کنیز دست بستہ دروازے کے قریب آتی ہے اور اندر آنے کی اجازت مانگتی ہے-)

کنیز- میں مخل ہونے کی چاہونگی معافی پہلے

بیگم- کہو کیا بات ہے- ناوقت یہ کیوں آتی ہو-؟

کنیز- بڑے سرکار نے بھیجا ہے مجھے

بیگم- کیا وہ تشریف یہیں لائیں گے

کنیز- یہی فرمایا تھا

بیگم- کہو' 'ہم چشم براہ بیٹھے ہیں!

کنیز- بہتر ہے حضور

(کنیز واپس جاتی ہے- ایک لمحہ بعد اعتمادالملک (بھاری بھرکم تن وتوش) آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے کمرے میں داخل ہوتے ہیں- امیر سیف الدین اور بیگم امیر دونوں مودب کھڑے ہوجاتے ہیں- اورادب سے سلام کرتے ہیں)

اعتمادالملک:- مجھے احساس ہے ناوقت مخل ہونے کا

بیگم امیر:- میں تو دیدار کو دربار گئی تھی لیکن

اعتمادالملک:- کیا کہوں ان دنوں حالات ہی کچھ ایسے ہیں

امیر سیف الدین:- انہیں حالات کا تھا ذکر ابھی
خود مجھے بھی نہیں فرصت ملتی

اعتمادالملک:- یہ خبر مجھ کو ملی تھی کہ ہو تم بھی موجود
اس لئے اور بھی اس وقت یہاں میں آیا

امیر سیف الدین:- میرے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائیں آپ

اعتمادالملک:-
ماہ آئندہ سے مہلت نہ ملے گی تم کو
پایۂ تخت کو درپیش ہیں ایسے حالات

امیر سیف الدین:- کیا کسی اور مہم پر مجھے جانا ہوگا-؟

اعتمادالملک:- ہاں مجھے ایسا ہی معلوم ہوا ہے-شاید

امیر سیف الدین:- ہے مرے بارے میں کیا ظل الٰہی کا خیال-؟

اعتمادالملک:- ابھی تفصیل کا تو علم نہیں ہے مجھ کو

خیر چھوڑو-اسے پھر اور کبھی دیکھونگا
تم سے اس وقت تو کچھ اور ہی کہنا تھا مجھے
میری بیٹی کی ہے اک چھوٹی سی خواہش بیٹے
میری اپنی بھی یہ خواہش ہے-مگر کیا کرتا
وقت ہوتا تو یہ ارمان بھی پورا کرتا

امیر سیف الدین:- مجھ سے اس وقت اسی بات پہ ناراض تھیں یہ

بیگم- آپ سے اور میں ناراض ہوں- کیا میری مجال

اعتماد الملک:- (ہنستے ہوئے) وقت سے پہلے تو ممکن نہیں تکمیل خیال

امیر سیف الدین:- ان سے پوشیدہ نہیں جو بھی ہے، ہم لوگوں کا حال

اعتماد الملک:- اب بناؤ نہ تقاضے کو تقاضائے شدید
کل کی رخصت بھی ہے اور یوم جمعہ- دن بھی سعید
کل ہی دونوں بڑے[1] بچوں کو کرالاؤ مرید

امیر سیف الدین:- آپ کا حکم سر آنکھوں پہ مگر ہے یہ سوال

بیگم- میری دانست میں بہتر ہے یہ بابا کا خیال

امیر سیف الدین:- میری خواہش تو تھی کچھ اور چلو یونہی سہی

اعتماد الملک:- میں سمجھتا ہوں جو ہے دل میں تمہارے خواہش
انتظام ایسا جو ہو جائے تو کیا کہنا تھا
سوچتا ہوں کہ- انہیں زحمت بے جا دینا
ان کی تعظیم نہیں شامل گستاخی ہے

بیگم- کاش پوری یہ اگر سب کی تمنا ہو جائے-؟

اعتماد الملک:- اپنی تقدیر پہ جتنا بھی کریں ناز ہے کم
ہم پہ سرکار نے فرمایا ہے اکثر یہ کرم
ہے منور یہ اسی نور سے ظلمت خانہ

[1] اعز الدین اور ابوالحسن (امیر خسروؒ)

(اعتماد الملک اٹھتے ہیں- اور ان کے ساتھ سب لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں پھر وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے باہر چلے جاتے ہیں-)

☆☆☆

چھٹا منظر

(اس منظر میں روشنی کے دائروں اور آواز کے ساتھ ادائیگی ہوگی)

(دربار محبوب الٰہی (سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ) محفلِ سماع جاری ہے۔ قوال دف پر نہایت نغمہ ریز آواز میں غزل گا رہا ہے۔ سامعین پر کیفیت طاری ہے۔ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ سر بہ زانو جلوہ افروز ہیں)

قوال غزل

جزء سے کھیلتے رہے کُل بھی رہا نگاہ میں

کیف ہی کچھ عجیب تھا منزلِ لا الہٰ میں

(امیر سیف الدین اپنے بڑے بیٹے اعز الدین کا ہاتھ تھامے داخل ہوتے ہیں اور محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب ہی خاموشی سے بیٹھ جاتے ہیں۔ محفل سماع جاری رہتی ہے)

روح نشاطِ عشق کی اف یہ حیات پروری

ذرے بھی مہر و ماہ ہیں حسن کی جلوہ گاہ میں

حسن ترا جہاں جہاں جلوے ترے نظر نظر

لیکن رموزِ ذات خاص آئے کہاں نگاہ میں

ایک ادائے خاص سے کون یہ مسکرا دیا

منزلیں گرد ہوگئیں جیسے میری نگاہ میں

(غزل ختم ہوتی ہے۔ سامعین ابھی تک اسی کیفیت میں ہیں۔ محبوب الٰہیؒ سر مبارک

اٹھاتے ہیں اور نظر امیر سیف الدین پر پڑتی ہے۔موسیقی بدلتی ہے)

محبوب الٰہیؒ :- کہو اے ترک! بہت دن میں یہاں آئے ہو
بچے خوش حال تو ہیں-؟
کیسی ہے بیٹی میری-؟

امیر سیف الدین:- آپ کی نیک دعاؤں کے تصدق سرکار
خیریت سے ہیں سب اور آپ کو کہتے ہیں سلام
حاضری میں مری تاخیر ہوئی اب کے بہت
ان دنوں کارِ شہی میں رہا ایسا مصروف
کسی خواہش کی بھی تکمیل نہ ہونے پائی

محبوب الٰہی (رحمۃ اللہ علیہ)- بندگی کے لئے یہ شرط بھی لازم ہے میاں
رہو ہر حال میں راضی بہ رضائے معبود

امیر سیف الدین- حق ہے فرمان یہ سرکار کا- کیا اس میں ہے شک
میری خواہش تھی کہ اب دونوں بڑے بچوں کو
آپ فرمائیں قبول اپنی غلامی کے لئے

محبوب الٰہیؒ- تم مگر لائے تو صرف ایک کو ہو

امیر سیف الدین- دوسرا بھی درِ سرکار پہ حاضر ہے مگر
تیزیٔ طبع سے میں اس کی بہت عاجز ہوں
کم سنی میں بھی وہ کرتا ہے کچھ ایسی باتیں
عرق آجائے بڑے بوڑھوں کی پیشانی پر

محبوب الٰہیؒ- تیزیٔ طبع تو انسان کا جوہر ہے امیر

امیر سیف الدین۔ آپ کے سامنے کیا عرض کرے اب یہ فقیر

محبوب الٰہی تم پریشان نہ ہو کرتا ہوں میں اس کا علاج

"(مسکراتے ہوئے)۔

امیر سیف الدین۔ آپ تو عالمِ احوال ہیں سب جانتے ہیں

وہ یہ کہتا ہے کہ "ہو جاؤں میں کس طرح مرید

میرا اپنا تو ابھی کوئی ارادہ ہی نہیں"

(محبوب الٰہیؒ۔ ایک خادم کو کاغذ قلم لانے کا اشارہ فرماتے ہیں۔ کاغذ قلم آتا ہے اور محبوب الٰہیؒ اس پر اپنے دستِ مبارک سے کچھ لکھتے ہیں۔ کاغذ واپس خادم کو دیتے ہوئے)

محبوب الٰہیؒ:۔ تُرکِ کمسن۔ مرے دروازہ پہ بیٹھا ہے میاں

دے کے یہ رقعہ اگر آئے تو لے آؤ یہاں

(خادم جاتا ہے۔ اور تھوڑی دیر بعد ایک لڑکے (ابوالحسن) کے ہمراہ واپس آتا ہے) امیر سیف الدین۔ (ابوالحسن سے)

امیر سیف الدین:۔ منتظر سایۂ دامانِ کرم ہے تیرا

خود ہی محبوب الٰہیؒ نے بلایا ہے تجھے

اس سے بڑھ کر نہیں انساں کے لئے کوئی شرف

کیمیا گر کی نگاہوں پہ چڑھا آج خزف

محبوب الٰہی:۔ یہ مرے تُرک کا ہے غمزۂ اول شاید

کیا کہوں تم سے کہ کیا دیکھ رہا ہوں میں۔ امیر

وقت کو صدیوں ملے گی نہ کہیں اس کی نظیر

امیر سیف الدین:- آپ کا حسنِ کرم لطفِ نہایت آقا
مجھ سے ناچیز سے اس درجہ محبت آقا

محبوب الٰہیؒ
(ابوالحسن سے)- مل گیا تمکو خیالاتِ پریشاں کا جواب
درگہہ عشق سے احساسِ گریزاں کا جواب

ابوالحسن:- (آگے بڑھ کر محبوب الٰہی کے قدم چومتے ہیں- اور پھر کھڑے ہوتے ہیں)

آنے والے کو کوئی روک نہیں سکتا ہے
مل گیا آج مرے دیدۂ ہجراں کا جواب
منتخب تھا میں ازل سے ہی غلامی کے لئے
صبح امید ہوئی شام پریشاں کا جواب

محبوب الٰہی:- (ابوالحسن کی پیشانی کو بوسہ دیتے ہیں- اور آب دیدہ ہوجاتے ہیں)

کیا کہوں تم سے کہ ہر سمت عجب جلوہ ہے
سچ کہا تم نے ذرا پھر سے یہ اک بار کہو
آنے والے کو کوئی روک نہیں سکتا ہے
مل گیا آج مرے دیدۂ ہجراں کا جواب

(محبوب الٰہیؒ پھر سر بہ زانو ہوجاتے ہیں- محفل برخاست ہوتی ہے۔ امیر سیف الدین خوشی خوشی دونوں بچوں کو واپس لاتے ہیں-)

☆☆☆

ساتواں منظر

(اعتمادالملک کی حویلی- بیگم امیر سیف الدین بے قراری کے عالم میں ٹہل رہی ہیں۔ اتنے میں قدموں کی آہٹ ہوتی ہے اور امیر سیف الدین دونوں بچوں کو لئے ہوئے داخل ہوتے ہیں ابوالحسن (امیر خسرو) پر عجیب کیفیت طاری ہے- وہ ایک عالمِ رقص میں ماں سے لپٹ جاتے ہیں اور جھوم جھوم کر گا رہے ہیں-)

ابوالحسن (امیر خسروؒ): - آج رنگ ہے

اے ماں رنگ ہے

مورے محبوب کے گھر رنگ ہے

سجن ملادوارے- سجن ملادوارے

مورے گھر آج رنگ ہے

آج رنگ ہے

موہے پیر پایو نجام الدین اولیاء (رحمۃ اللہ علیہ)

نجام الدین اولیاءؒ- نجام الدین اولیاءؒ

اے ماں رنگ ہے

نجام الدین اولیاءؒ جگ اجیارا

جگ اجیارا- وہ تو جگ اجیارا

اے ماں رنگ ہے

آج رنگ ہے ماں- رنگ ہے

(موسیقی کی دھن بدلتی ہے)

بیگم امیر۔(امیر سے) دیکھئے آج مرے لال کو ہے کیسی خوشی
رنگ ہر چیز کا بدلا نظر آتا ہے اسے
وقت کس رخ سے یہ آئینہ دکھاتا ہے اسے

امیر سیف الدین:- کرمِ خاص ہو محبوب الٰہیؒ کا جہاں
ذرے خورشید کے ہم دوش نظر آئیں وہاں

بیگم- اس میں کیا شک ہے کرم ان کا بہت ہے ہم پر

امیر سیف الدین:- آج تو لطف وکرم بڑھ گیا حد سے اپنی
ضد یہ تھی اس کی نہ جائیں گے بغیر طلبی
کیسے ہو جائیں مرید اپنے ارادے کے بغیر
میں نے ہر چند کہا- پر یہ نہ مانا ہرگز
چھوڑ کر مجھ کو یہ درگاہ کے باہر ٹھہرا

بیگم- اس کی افتادِ طبیعت سے میں واقف ہوں-کہو

امیر سیف الدین:- کیا کہوں دل میں ہی ارمان رہا جاتا تھا
بار بار اسکو بڑا بھائی بھی سمجھاتا تھا
آخرش ساتھ بڑے کے میں قدم بوس ہوا
واقعہ اس کا جوگذرا تھا وہاں عرض کیا

بیگم- شوخیِ طبع کا یہ رنگ تھا گستاخانہ

امیر سیف الدین:- مدعا اس کا جو تھا کشف سے سمجھے حضرت
آخرش آپ نے دی دستِ کرم کو زحمت
خادم خاص کو دی ایک رباعی لکھ کر

وہ رہائی ہوئی پر دانۂ راحت اس کو
اندر آنے کی ملی گویا اجازت اس کو
دیکھ کر اس کو ہوا لطف و کرم اور فزوں
لبِ پاکیزہ کا ارشاد میں کیا تم سے کہوں

بیگم۔ جو بھی ارشاد ہوا ہے وہ سناؤ مجھ کو

امیر سیف الدین:۔ دیکھتے ہی اسے سرکار نے فرمایا تھا
''کیا کہوں تم سے کہ کیا دیکھ رہا ہوں میں امیر
وقت کو صدیوں ملے گی نہ کہیں اس کی نظیر''

بیگم۔ ''مومن آباد'' کے مجذوب کا ہے یاد بیاں

امیر سیف الدین:۔ یاد ہے مجھ کو وہ سب یاد ہے اب تک بیگم
بلخ کے دیکھے ہوئے خواب بھی یاد آتے ہیں
دیکھنا زندہ رہو تم تو عروج اس کا کبھی
ہمسرِ عرش وہ تخئیل ہوئی آج کے دن
میری خواہش کی تو تکمیل ہوئی آج کے دن

(امیر سیف الدین آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے باہر نکل جاتے ہیں)

(پردہ گرتا ہے)

☆☆☆

دوسرا ایکٹ

(2nd Act)

پہلا منظر

(ہندوستانی رقص- تین لڑکیاں رقص کررہی ہیں- ایک لڑکی آگے نکلتی ہے اور گیت (امیر خسروؒ کی کہہ مکرنیاں) کے بول کہتی ہے- باقی دولڑکیاں صرف سوالیہ ٹکڑا آگے بڑھا کر اٹھاتی ہیں- اور پھر پیچھے ہٹ کر رقص کرنے لگتی ہیں)

لڑکی:- (جو آگے نکل کر آتی ہے)

سگری رین مورے سنگ جاگا
بھور بھئی تو بچھرن لاگا!
اس کے بچھڑے پھاٹت ہیا!

باقی دولڑکیاں- (آگے بڑھ کر)

اے سکھی ساجن-؟

لڑکی- (انکار میں سر ہلا کے)- نا سکھی- دیا-
(رقص)

لڑکی:- بن میں رہیں وہ ترچھے کھڑے
دیکھ سکی میرے پیچھے پڑے
ان بن میرا کون ہوال

باقی دولڑکیاں- اے سکھی ساجن-؟

لڑکی- نا سکھی- بال

(رقص)

لڑکی:- وہ آوے تب شادی ہوئے
اس بن دو جا اور نہ کوئے
میٹھے لاگیں وا کے بول

باقی دو لڑکیاں:- اے سکھی ساجن-؟

لڑکی- نا سکھی- ڈھول

(رقص)

(رقص کے دوران ہی گلے میں ایک ڈھول لٹکائے ایک نوجوان دیہاتی لباس میں رقص کرتا ہوا آتا ہے- باقی دونوں لڑکیاں گھبرا کر پیچھے ہٹ جاتی ہیں اور آہستہ آہستہ دوسرے دروازہ سے باہر نکل جاتی ہیں- صرف رقص کرنے والی ایک لڑکی حیرت زدہ کھڑی رہ جاتی ہے) (موسیقی بدلتی ہے)

نوجوان (لڑکی سے)- تو نے اتنی دیر سے سب کو ناچ بہت نچایا
گیت کے ایسے بول سنائے کوئی بوجھ نہ پایا
جانتا ہوں میں ٹھیک سے تجھ کو تو ہے چنچل چھوری
اب بوجھ پہیلی موری

لڑکی:- گیت کے بول جو سن کر تجھ کو اتنا غصہ آیا
جانتی ہوں میں ٹھیک سے تجھ کو تو ہے نٹ کھٹ چھورا

نوجوان:- باتیں مت کر ادھر اُدھر کی بوجھ پہیلی موری

لڑکی:- تو بول کہے- تو بوجھوں

نوجوان:- تر ور سے اک تریا اتری اس نے بہت رِجھایا

باپ کا اس کے نام جو پوچھا آدھا نام بتایا

آدھا نام پتا پر پیارا

بوجھ پہیلی موری

لڑکی (سوچنے کے بعد)

امیر خسرو یوں کہیں اپنے نام بنوری

نوجوان (حیرت سے) تو ہے جتنی چنچل چھوری اتنی ہی گن وان بھی ہے

اتنی کٹھن پہیلی تو نے آن کی آن میں بوجھی

تو نے اتنے بول کہے اور مجھ کو ایک نہ سوجھی

خسرو جیسا بانکا شاعر تجھ کو دیکھ جو پائے

تجھ جیسی گن وان پہ اپنے سارے بول لٹائے

روپ کا تیرے گھر گھر چرچا گیتوں سے ہو جائے

لڑکی:- چل چل اپنی راہ لے چھورے- مجھ پہ نہ مسکہ مار

تو کیا جانے میں نے ان کو دیکھا کتنی بار

نوجوان:- سچی بات کہی ہے میں نے اس کو نہ مسکہ جان

دیکھ کے تجھ کو دل والوں کے اڑتے ہیں اوسان

روپ کی مار کو تو کیا جانے تو بھولی نادان

لڑکی:- چل چل اپنی راہ لے چھورے-مت کھا میری جان

نوجوان:- میری بات پہ غصہ مت کر سچ ہے میری مان

خسرو کے ہر گیت کی جیسے مجھ پر ٹوٹے تان

لڑکی:۔ گاؤں گاؤں نام ہے اُن کا اتّم ان کا گیان
راجہ پرجا سب ہی اُن پر ہوتے ہیں قربان
سب کے پیارے سب کے چہیتے وہ ہیں بہت مہان

نوجوان:۔ بانکی چھب، البیلی باتیں، میٹھے میٹھے گیت
تجھ سی کتنی چھوریاں ان سے کرنے لگی ہیں پریت

لڑکی:۔(اداسی سے) مجھ سی کتنی چھوریاں ان سے کرنے لگی ہیں پریت
بانکی چھب ،البیلی باتیں، میٹھے میٹھے گیت
میرا ان کا میل بھی کیا ہے وہ گیانی گن وان
اونچے کل میں جنم ہوا ہے اونچا ان کا مان
آتے جاتے ان کو نہاروں گاؤں ان کے گیت
لاکھہ جنم میں سپھل نہ ہوگی ان سے میری پریت

(لڑکی آہستہ آہستہ باہر نکل جاتی ہے۔نوجوان کھڑا پلکیں جھپکاتا رہ جاتا ہے)

☆☆☆

دوسرا منظر

(بازار- ایک نانبائی کی دوکان- لوگ آجارہے ہیں- نانبائی کی دوکان پر ایک خوبصورت نوجوان (حسن دہلوی) بیٹھا روٹیاں تول تول کر لوگوں کو دے رہا ہے- اتنے میں ایک اور خوبصورت نوجوان شاعرانہ وضع میں دوکان کے سامنے آکر ٹھہر جاتے ہیں- اور نوجوان کو مشتاق نظروں سے دیکھنے لگتے ہیں)

حسن دہلوی:- اتنی حیرت سے یہ کیا دیکھ رہے ہیں سرکار
نقد کچھ پاس اگر ہو تو اِدھر رکھ دیجے
روٹیاں حسبِ طلب آپ کو دیدی جائیں

امیر خسرو:- (ایک آہ سرد کے ساتھ)
میری حیرت کا سبب پوچھنے والے تو نے
قاعدہ سے کبھی آئینہ بھی دیکھا ہوتا

حسن دہلوی:- آئینہ-
آئینہ روز ہی میں دیکھتا ہوں
چھوڑیے- آپ کو کیا چاہئے بتلائیں مجھے

امیر خسرو:- مجھ کو کیا چاہئے- میں کس طرح بتلاؤں تمہیں

حسن دہلوی:- وقت ضائع نہ کریں آپ مرا باتوں میں
نقد کچھ پاس اگر ہو تو اِدھر رکھ دیجے
روٹیاں حسبِ طلب آپ کو دیدی جائیں

نقد اگر پاس نہیں ہے تو پکڑیے رستہ
بے سبب باتوں سے نقصان مرا ہوتا ہے

امیر خسروؔ:- مفلسوں کو یونہی مایوس کیا کرتے ہو-؟

حسن دہلوی:- نہیں ایسا تو نہیں-!

امیر خسروؔ:- مجھے باتوں سے تو احساس یہی ہوتا ہے

حسن دہلوی:- میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی شاید

امیر خسروؔ:- طلب نقد کا تم نے جو اٹھایا تھا سوال

حسن دہلوی:- مال سے جنس بدلتی ہے کہیں جنس سے مال
طلبِ نقد کا بے جا تو نہیں میرا سوال

امیر خسروؔ:- بات معقول سہی- پھر بھی بتادو اتنا
مفلسوں سے ہے یہ دستور تمہارا کیسا-؟

حسن دہلوی:- آپ صورت سے تو مفلس نہیں لگتے مجھ کو

امیر خسروؔ:- صرف صورت کے پرستار نظر آتے ہو

حسن دہلوی:- صاحب سیرت و کردار کوئی ہو تو سہی

امیر خسروؔ:- تمہیں اب تک نہ ملا صاحب کردار کوئی

حسن دہلوی:- کیوں نہیں سینکڑوں ہیں صاحبِ کردار مگر

امیر خسروؔ:- مگر-؟

حسن دہلوی:- بات سے بات نکلتی ہی چلی جائے گی
وقت بازار کا ہے بھیڑ خریداروں کی
بھوک میں فلسفہ اچھا بھی نہیں لگتا ہے
روٹیاں ٹھہریئے میں آپ کو دیتا ہوں ابھی

امیر خسرو:- بات سے بات تو خود تم نے نکالی ہے میاں
(حسن دوسرے خریداروں کو روٹیاں دیتے ہیں-)

حسن دہلوی:- آپ دو چار گھڑی بیٹھ کے کیجیے آرام
گاہکوں سے میں نپٹ لوں تو کروں آپ سے بات

(امیر خسرو ایک طرف بیٹھ جاتے ہیں- تھوڑی دیر میں خریدار روٹیاں لے کر چلے جاتے ہیں حسن اطمینان سے بیٹھتے ہوئے-)

حسن دہلوی:- آپ کی باتوں کے اسرار نہیں مجھ پہ کھلے
صاف کہیئے کہ طلب کس کی یہاں لائی ہے-؟

امیر خسرو:- نقد کچھ پاس نہیں تم سے کہوں میں کیسے
لائی ہے کس کی طلب صورتِ مفلس مجھ کو

حسن دہلوی:- روٹیاں میں نے بچا رکھی ہیں گھبرائیں نہ آپ
نقد اگر پاس نہیں ہے- تو دعا دیجئے گا

امیر خسرو:- جانے مفلس کی دعاؤں میں اثر ہو کہ نہ ہو

حسن دہلوی:- میرا ایمان ہے مفلس کی دعاؤں پہ جناب

امیر خسرو:- جانتا ہوں کہ محض تم ہو طلب گارِ ثواب
دونوں دنیاؤں کا کرتے ہو یہاں تم سودا

حسن دہلوی:- میں سمجھتا ہوں کسی کا بھی نہیں اس میں زیاں
کسی دنیا کا بھی سودا نہیں ہونا ہے یہاں
دوسری باتوں میں کیوں آپ الجھتے ہیں بیاں
اپنے ہی حاصلِ مطلب کو کریں آپ یہاں

امیر خسرو:- کیا کہوں تم سے مرا حاصلِ مطلب کیا ہے-؟
کاش محسوس کرے مجھ کو طلب ہے جس کی

حسن دہلوی:- آپ مجنوں ہیں کہ شاعر ہیں نہیں کھلتا صاف
آپ کو کس کی طلب ہے یہ مجھے کیا معلوم

امیر خسرو:- ایک دن اس کو یہ معلوم یقیناً ہوگا

حسن دہلوی:- آپ کے حق میں دعا کرنا پڑے گی - مجھ کو
جلد تر آپ کا وہ حاصلِ مطلب مل جائے
وصل سے جلد بدل جائیں یہ لمحات فراق
آپ کے گلشن امید کا ہر گل کھِل جائے

امیر خسرو:- آمین، آمین

(امیر خسرو ایک نگاہ یاس سے حسن کو دیکھ کر آگے بڑھ جاتے ہیں، پلٹ کر دیکھتے بھی جاتے ہیں)

☆☆☆

تیسرا منظر

(درگاہ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ - امیر خسروؔ واداس بیٹھے ہیں، محبوب الٰہیؒ مراقبہ سے سر اٹھاتے ہیں۔)

محبوب الٰہیؒ:- تمام باتیں ہیں منجانب خدا خسروؔ
دلوں کے راز بھی ہیں اس پہ آئینہ خسروؔ
ملول ہونے سے دل کی کلی نہیں کھلتی
خدا سے مانگو تو کیا شئے یہاں نہیں ملتی

امیر خسروؔ:- (سرو قد کھڑے ہوتے ہیں اور محبوب الٰہیؒ کے قدموں کا بوسہ لے کر بیٹھ جاتے ہیں آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔)
حضور آپ سے مخفی نہیں مرا احوال
فقیر راہ کو کرتے ہیں آپ مالا مال
حضور ہی کے کرم سے حیات ہے میری
وسیلہ آپ کا ہی بس نجات ہے میری

محبوب الٰہیؒ:- بہت دنوں سے سنائی نہیں ہے تم نے غزل

امیر خسروؔ:- حضور حکم تو فرمائیں۔ پیش کرتا ہوں

محبوب الٰہیؒ:- غزل تمہاری فراق ووصال کی تصویر
عروج فن کی ہے اوج کمال کی تصویر

امیر خسروؔ:- حضور آپ کے در کا میں ذرّہ ناچیز
زمانہ کہتا ہے خورشید بے مثال مجھے
نگاہ آپ کی ہے عزتِ کمال مجھے

محبوب الٰہیؒ:- غزل جو تازہ کہی ہو سناؤ تم مجھ کو

امیر خسروؔ:- میں عرض کرتا ہوں تازہ غزل کے ہی اشعار

(امیر خسروؔ پُر سوز آواز میں غزل شروع کرتے ہیں- موسیقی بدلتی ہے)

غزل[1]

موسمِ گل میں بھی ہے مجھ سے مرا یار جُدا
ہو سکوں کیسے کہ جب دل سے ہے دلدار جدا

بھری برسات میں یہ عالم رخصت دیکھو
میں جُدا اگر یہ کناں ابر جُدا یار جُدا

سبزۂ و گل پہ جوانی ہے مگر ہائے نصیب
بلبلِ زار سے ایسے میں ہے گلزار جُدا

میں تو اک عمر رہا تھا تری زلفوں کا اسیر
کس طرح تو نے اچانک کیا اے یار جُدا

حسن کا اس کے ازل سے ہوں محافظ خسروؔ
پھول سے رہ نہیں سکتا ہے کبھی خار جُدا

(غزل ختم ہوتی ہے- اور دوسرے دروازہ سے حسن دہلوی داخل ہوتے ہیں آتے ہی سب سے پہلے محبوب الٰہیؒ کی قدم بوسی کرتے ہیں- جب اٹھتے ہیں تو ان کی نظر امیر خسروؔ پر پڑتی ہے- وہ حیران کھڑے رہ جاتے ہیں- موسیقی بدلتی ہے)

حسن دہلوی:- یہاں بھی کھینچ کے لے آیا مدعائے دل-؟
یقیں ہے مجھ کو کہ مل جائے گی تمہیں منزل
وہ خالی جا نہیں سکتے یہاں جو آتے ہیں
تمام لوگ مرادیں یہاں سے پاتے ہیں

[1] ترجمہ غزل فارسی امیر خسرو ع :ابری بارد و من می شوم از یار جُدا

محبوب الٰہیؒ:- ہمارے خسروؔ سے کیا پہلے مل چکے ہو تم

حسن دہلوی:- (حیرت سے) ہمارے خسرو سے -!
تو کیا یہی ہیں وہ مشہور ابوالحسن خسروؔ
غزل سے جن کی تڑپ اٹھتے ہیں سبھی کے دل

محبوب الٰہیؒ:- تمہارا ان کا تعارف نہیں تھا پہلے سے؟

حسن دہلوی:- حضور- ان کی غزل پر تو جان دیتا ہوں
بہت زمانے سے میں غائبانہ شیدا ہوں
تعارف ان سے- مگر-!
عرض کر نہیں سکتا-!
عجیب حال میں مجھ کو ملے تھے یہ پہلے

محبوب الٰہیؒ- (امیر خسروؔ سے) تمہاری ان سے شناسائی کب ہوئی خسروؔ-؟

امیر خسروؔ:- حضور آپ پہ سب حال میرا روشن ہے

محبوب الٰہیؒ:- سمجھ رہا تھا تمہارے ملال کا باعث
حسن بھی اپنے ہیں اور تم بھی میرے اپنے ہو
تمہارا حال جو ہے ان کا حال ہو جائے
تعلق آج سے یہ لازوال ہو جائے

(امیر خسروؔ اٹھ کر محبوب الٰہیؒ کے قدموں پر سر رکھ دیتے ہیں- حسن کی بھی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں- محبوب الٰہیؒ اٹھ کر حجرہ میں تشریف لے جاتے ہیں اور پھر یہ دونوں بھی باہر نکل جاتے ہیں-)

چوتھا منظر

(دربار غیاث الدین بلبن۔ جشن فتح[1] سلطان محمد قاآن۔ بغرا خاں اور دوسرے شہزادے اور امراء اپنے اپنے منصب کے اعتبار سے بیٹھے ہیں۔ امیر خسرؔو بھی ایک نمایاں جگہ بیٹھے ہیں۔ رقص کی محفل جاری ہے)

رقاصہ۔ روشنی لے کے نئی شمع حیات آئی ہے
آج ہر سمت ستاروں کی برات آئی ہے
دل سے اک خارِ بغاوت کی کھٹک دور ہوئی
مسکراتی ہوئی یہ فتح کی رات آئی ہے

بوئے گل رقص میں ہے بادِ صبا رقص میں ہے
گنگناتی ہوئی رنگین فضا رقص میں ہے
باندھ کر تاروں کی پازیب گھٹا رقص میں ہے
گیت کی گت پہ ہر ایک شوخ ادا رقص میں ہے

بوئے گل رقص میں ہے۔ بادِ صبا رقص میں ہے

آج ہر دل کی کھلیں جشن طرب سے کلیاں
بام و در جھوم اٹھے ناچ اٹھی ہیں گلیاں
ایسا لگتا ہے کہ ہر دستِ دعا رقص میں ہے

بوئے گل رقص میں ہے۔ بادِ صبا رقص میں ہے

[1] (غیاث الدین بلبن نے قصر سفید میں اپنی تاجپوشی کے بعد یہ پہلا جشن فتح منایا تھا۔ طغرل نے لکھنوتی میں جو ہنگامہ اٹھا رکھا تھا یہ اس کے دفعیہ کے بعد منایا گیا تھا۔)

(رقص ختم ہوتا ہے۔موسیقی بدلتی ہے)

غیاث الدین بلبن۔ رقص سے آج فضاؤں میں وہ چھایا ہے سرور
مابدولت کی طبیعت بھی ہوئی ہے مسرور
جو مرے زیبِ گلو تھی وہ طلائی زنجیر
آج انعام میں یہ تجھ کو عطا ہوتی ہے

(گلے سے سونے کی ایک زنجیر اتار کر رقاصہ کو دیتا ہے۔رقاصہ ادب سے شاہی آداب بجالاتی ہے)

بغرا خاں:- آج دربار میں حاضر ہیں بہت سے شاعر
سب کی خواہش ہے کہ اس جشن طرب میں وہ بھی
سرِ دربار کریں پیش کلام تازہ۔!

غیاث الدین بلبن:- مابدولت کی بھی خواہش تھی یہی

سب لوگ:- ہم سبھی کرتے ہیں تائید اس کی

بغرا خاں:- آج کی بزم کی زینت ہیں بہت سے شاعر
ایک سے ایک ہے یاں فنِ سخن میں یکتا
ان کے ہی دم سے یہ گلزارِ سخن تازہ ہے
فکر سے ان کی خیالوں کا چمن تازہ ہے

غیاث الدین بلبن:- سامنے حسبِ مراتب رکھے اب شمع نقیب

(نقیب شمع محفل سب سے پہلے حسن دہلوی کے سامنے رکھتا ہے۔حسن پرسوز آواز میں غزل شروع کرتے ہیں۔موسیقی بدلتی ہے) غزل حسن دہلوی

نگہہِ عشق کے اسرار وہ کیا سمجھیں گے

ہم ہیں کیوں طالب دیدار وہ کیا سمجھیں گے

عشق محدود ہے جن کا ابھی افسانوں تک

کون آیا تھا سردار وہ کیا سمجھیں گے

سب لوگ:- واہ- واہ- سبحان اللہ

(نقیب شمع اب عارف عبدالحکیم کے سامنے رکھتا ہے وہ تحت میں

غزل شروع کرتے ہیں- دھن بدلتی ہے)

غزل

عارف عبدالحکیم:- ہم اپنے دل کو وفایوں سکھائے جاتے ہیں

فسانۂ غم ہستی سنائے جاتے ہیں

(سب لوگ سلیقے سے داد دیتے ہیں)

ہمارے دل کا اگر خون ہوگیا تو کیا

تمہیں تو طرزِ تمنا سکھائے جاتے ہیں

تمہاری راہ میں برباد ہونے والوں پر

بقا کے پھول ہمیشہ چڑھائے جاتے ہیں

(نقیب اب شمع محفل صدرالدین عالی کے سامنے رکھتا ہے- وہ ترنم سے غزل شروع

کرتے ہیں- موسیقی بدلتی ہے)

غزل

صدرالدین عالی:- نظر کی شمع دلوں میں جلائی جاتی ہے

یہ بات بڑھتی نہیں ہے بڑھائی جاتی ہے

سب لوگ:- واہ- واہ- سبحان اللہ

وہ بات کیا ہے میں خود بھی بتا نہیں سکتا

غم حبیب میں جو بات پائی جاتی ہے

بھلا ہو جور و تغافل کا اب تو صبح و شام

سلام کرنے انہیں بے وفائی جاتی ہے

(سب لوگ نہایت سلیقے سے داد دیتے ہیں- نقیب شمع اب امیر خسرؔو کے سامنے رکھتا ہے- اسی کے ساتھ بغرا خاں اپنی جگہ پر کھڑا ہوتا ہے) (موسیقی بدلتی ہے)

بغرا خاں:- چند جملوں کی اجازت مجھے بخشی جائے

معذرت خواہ ہوں بے وقت مخل ہونے پر

سامنے جس کے ہے اب شمع سخن میں اس کا

چاہتا ہوں کہ یہاں سب سے تعارف ہو جائے

غیاث الدین بلبن:- ما بدولت کو یقیں ہے کہ سخن فہم ہو تم

بے سبب تم نہیں کرتے ہو کسی کی تعریف

بغرا خاں:- بندہ آداب بجالاتا ہے اس عزت پر

عرض کرتا ہوں جو ہے حاصل مطلب میرا

شخصیت ان کی ہے خورشید درخشاں کی طرح

آج ہم پایہ نہیں کوئی بھی شاعر ان کا

روشنی فکر میں اشعار میں رنگینی ہے

مثنوی ہو کہ قصیدہ ہو رباعی کہ غزل
آج کے عہد میں ممکن ہی نہیں ان کا بدل
عالم ہفت زباں، ماہر موسیقی ہیں
ہند سے پیار ہے اور ہندی زبان کے عاشق
آج ہیں سب سے زیادہ یہی محبوب عوام
لوگ تحفوں میں دیا کرتے ہیں اب ان کا کلام

سب لوگ:- ہم بھی آپ کے اوصاف سے واقف ہیں جناب

سلطان محمد قاآن:- اک زمانے سے میں مشتاقِ زیارت تھا مگر
دلی آنے کی نہیں ملتی تھی مجھ کو مہلت
واقعی لائق تعریف ہے ان کی ہستی
یاد ہیں مجھ کو زبانی کئی غزلیں ان کی

بغرا خاں:- شمع اب سامنے ہے خوب سنیں ان سے کلام

امیر خسرو:- عزت افزائی کا اس درجہ نہیں اہل مگر
کرم خاص سمجھتا ہوں یہ بغرا خاں کا
عرض کرتا ہوں غزل - لیجئے سماعت فرمائیں

(امیر خسرو پرسوز آواز میں غزل شروع کرتے ہیں - موسیقی بدلتی ہے)

غزل[1]

کافر عشق ہوں ایماں مجھے درکار نہیں | تار رگ رگ ہے مجھے حاجت زنار نہیں
اٹھ بھی جا اب مری بالیں سے طبیب ناداں | چارۂ ہجر بجز صورت دیدار نہیں

[1] کافرِ عشقم مسلمانی مرا درکار نیست | ہر رگ من تار گشتہ حاجت زنار نیست

سرِ بازار طلب ہم سے وفاداروں کو　　　مژدۂ قتل تو ہے مژدۂ دیدار نہیں
تازہ رکھتی ہے مرے سینے کو داغوں کی بہار　　　سینۂ عشق کم از رتبۂ گلزار نہیں

بت پرستی کا جو الزام ہے مجھ پر خسرؔو
خلقِ نافہم سے کچھ مجھ کو سروکار نہیں

(موسیقی بدلتی ہے)

سلطان محمد قاآن:- اللہ اللہ یہ انداز غزل گوئی کا
بات سچ ہے کہ نہیں آج کسی کو حاصل
(پھر بہت آہستہ سے)

ایک مدت سے یہ ارمان تھا میرے دل میں
کاش زینت مرے دربار کی تم سے ہوتی
خیر- کوشش تو کرونگا کہ ہو اس کی تکمیل

غیاث الدین بلبن:- انہیں انعامِ فراواں سے نوازا جائے
مابدولت کا بہت خوش ہوا ہے ان سے دل

(دربار میں خاموشی سے- غیاث الدین بلبن اٹھتا ہے۔ اور جشن فتح کی یہ تقریب ختم ہوتی ہے)

☆☆☆

پانچوں منظر

(سلطان- دربار خاص سلطان محمد قاآن- سلطان محمد غضب کے عالم میں ہے دو ایک مصاحب سر جھکا کے خاموش کھڑے ہیں- سامنے حسن دہلوی مجرموں کی طرح کھڑے ہیں)

سلطان محمد قاآن:- (غصہ سے)

آج میں فیصلۂ آخری کر ہی دونگا

(وقفہ)

بات جا پہونچی ہے ملتان کے بازاروں تک
طنز کے تیروں کی زد پر ہے حکومت میری
آج کس موڑ پہ لائی ہے مروّت میری؟
آج میں فیصلۂ آخری کر ہی دونگا

حسن دہلوی:- سرِ تسلیم ہے خم حکم جو فرمائیں آپ

سلطان محمد قاآن:- میرے دربار سے خسروؔ کو وہی نسبت ہے
جو انگوٹھی کو نگینے سے ہوا کرتی ہے
میری برداشت سے باہر ہیں یہ اب طنز کے تیر
ایسی باتوں سے رعیّت میں نہ ہو جاؤں حقیر
تم کو سمجھایا گیا چار برس میں سو بار
آخری بار کی مہلت کو بھی دن بیت گئے
اس میں خسروؔ کی نہیں میری بھی بدنامی ہے

حسن دہلوی:- آپ کے حکم سے سرتابی- نہیں میری مجال
کیا کروں جبر طبیعت پہ بہت کرتا ہوں
لیکن اس سمت سے ہٹتا ہی نہیں میرا خیال
طنز کے تیرون سے چھلنی ہے مرا بھی سینہ
روک کر راہ میں اب لوگ یہ کرتے ہیں سوال
''کہو- خسرؔو سے تعلق کی حقیقت کیا ہے''-؟
کیسے سمجھاؤں انہیں میں کہ محبت کیا ہے

سلطان محمد قاآن:- آج تک میں نے نہیں کی شعراء کی توہین
جانتے ہو! مجھے بھی ان سے محبت ہے بہت
صرف اسی واسطے ہے جرأت تاویل تمہیں
سب بتادیگی بس اک حکم کی تعمیل تمہیں

حسن دہلوی:- سرتسلیم ہے خم حکم جو فرمائیں آپ

سلطان محمد آقان:- آج اک فیصلہٴ آخری کرنا ہے مجھے
عمر بھر کے لئے اس زخم کو بھرنا ہے مجھے

حسن دہلوی:- آپ سے زخم یہ شاید نہ بھرا جائے گا
دور تک قصہٴ اربابِ وفا جائے گا

سلطان محمد قاآن:- (زور سے تالی بجاتا ہے-غصہ سے چہرہ سرخ ہو رہا ہے)
سر دربار ہے اب جرأتِ گستاخی بھی
دیر کس بات کی ہے جلد سزادی جائے
جسم کی دروں سے سب کھال اڑادی جائے

(تالی کی آواز کے ساتھ ہی ایک تازیانہ بردار آ کر ایک طرف کھڑا ہو جاتا ہے۔ جیسے ہی سلطان کی بات ختم ہوتی ہے وہ تازیانہ ہوا میں لہراتا ہے اور حسن کو مارنا شروع کر دیتا ہے۔ حسن تازیانے کی ضربیں اپنے ہاتھوں میں پر روکتے ہیں- لیکن زبان سے اف نہیں کرتے۔ اتنے میں ایک چوبدار آ کر سامنے ادب سے کھڑا ہو جاتا ہے-)

چوبدار:- ملک الشعراء گھبرائے ہوئے آتے ہیں
باریابی کی اجازت کے طلب گار ہیں وہ

سلطان قاآن:- زیابی کی یہ نا وقت اجازت کیسی-؟
خیر آنے دو انہیں- کہنا اجازت ہے تمہیں

(چوبدار جاتا ہے)

سلطان محمد قاآن:- (خود اپنے آپ سے)
راز میں رکھی تھی میں نے تو حسن کی طلبی
سخت حیرت ہے مجھے ان کو خبر کیسے ہوئی
(پھر تازیانہ بردار سے)
روک لو ہاتھ کو- بس کافی ہے یہ ان کے لئے
اپنے ہمراہ یہاں سے انہیں لے جاؤ اب
دوسرے حکم تک آرام سے رکھنا ان کو

(تازیانہ بردار حسن کو لے کر جاتا ہے- دوسرے دروازہ سے امیر خسرؔو داخل ہوتے ہیں)

امیر خسرو:- (فریاد کے لہجے میں)
سرِ بازار مجھے جرم کی دی جائے سزا
آپ سے بڑھ کے نہ تھا عادل و منصف کوئی
آپ بھی دینے لگے اب سبق ترکِ وفا

سلطان محمد قاآن:- مجھ سے تم صاف کہو- کیوں ہو پریشاں گفتار
کون سا جرم- سزا کیسی - یہ قصہ کیا ہے-

امیر خسرو:- حال کیا سمجھیں گے آپ عشق کے بیماروں کا
کھل نہیں سکتا کہ ہے راز وفاداروں کا

سلطان محمد قاآن:- آشنا میں بھی ہو اشعار کے اسراروں کا
راز اب راز نہیں عشق کے بیماروں کا

امیر خسرو:- خوف ہے آپ کو بھی خلق میں رسوائی کا

سلطان محمد قاآن:- میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام ہے دانائی کا

امیر خسرو:- آپ پر آج تعلق کی حقیقت کھل جائے
عشق کی نسبت باہم کے نشاں دکھلاؤں-؟

(یہ کہہ کر اپنی آستین، الٹ دیتے ہیں- ہاتھوں پر تازیانے کے نشانات موجود ہیں)

سلطان محمد قاآن:- کون گستاخ تھا- کس کو ہوئی اتنی جرأت
تم پہ یہ ظلم روا رکھا ہے کس نے آخر
سچ یہ کہتا ہوں کہ میں دونگا اسے سخت سزا

امیر خسرو:- آپ اپنے کو نہ دے پائیں گے یہ سخت سزا

درودیوار سے آتی ہے مجھے بوئے حسن

گونجتی ہیں مرے کانوں میں وہ آہیں اب تک

اس کے سینے میں جو ہر درّے پہ گھٹ جاتی تھیں

کیا کہوں آپ سے نبضیں مری چھٹ جاتی تھیں

داستاں ساری یہ بے حرف وزبان کہتے ہیں

گذری ہے دوست پہ کیا میرے نشاں کہتے ہیں

سلطان محمد قاآن:- (تالی بجاتا ہے- تازیانہ بردار حسن دہلوی کو لیے داخل ہوتا ہے- حسن امیر کو دیکھتے ہیں اور بے ساختہ ان سے لپٹ جاتے ہیں)

کھل گیا میری نگاہوں پہ یہ ربط پنہاں

عشق ایسا ہو تو دراصل ہے عینِ ایماں

پہلے غصہ تھا مگر اب ہے ندامت مجھ کو

ویسے بھی ان سے نہیں کوئی عداوت مجھ کو

(سلطان اٹھتا ہے- اور امیر خسرو بھی حسن دہلوی کو ہمراہ لئے دوسرے دروازے کی جانب بڑھتے ہیں)

☆☆☆

چھٹا منظر

پٹیالی- امیر خسرو کا وہی پرانا مکان جس میں وہ پیدا ہوئے تھے- بیگم امیر سیف الدین (والدہ حضرت امیر خسروؒ) جو بہت بوڑھی ہو چکی ہیں بے قراری کے عالم میں ٹہل رہی ہیں- ان کے ہاتھ میں ایک خط ہے جس کو وہ غور سے دیکھتی ہیں۔ اور آنکھوں سے آنسو پونچھتی جاتی ہیں- پس منظر سے دھیمے سروں میں لڑکیوں کے کورس میں ملہار گانے کی آواز آرہی ہے- آواز کبھی دھیمی ہو جاتی ہے- کبھی تیز)

کورس:-
اماں میرے باوا کو بھیجو جی - کہ ساون آیا[1]
بیٹی تیرا باوا تو بڈھا ری - کہ ساون آیا
اماں میرے بھیا کو بھیجو جی - کہ ساون آیا
بیٹی تیرا بھیا تو بالا ری - کہ ساون آیا

(آواز آہستہ آہستہ ڈوب جاتی ہے- ایک خادمہ آتی ہے اور بیگم امیر سیف الدین کے پاس کھڑی ہو جاتی ہے-)

خادمہ-
منجھلے سرکار کا خط آئے یہ ہے دوسرا دن
بگڑی جاتی ہے مگر آپ کی حالت کیسی
دیکھتی ہوں کہ نہیں آپ کو اک لمحہ قرار

بیگم امیر سیف الدین کم نہیں ہوتا ہے کچھ پانچ برس کا وقفہ

[1] امیر خسرو

خادمہ- سن گنی پائی تھی یہ میں نے کہ ان کو شاید

خان[1] کو مار کے مغلوں نے کیا قید کہیں

پوچھتی آپ سے ہمت نہ ہوئی یہ میری

خیر سے اب تو خبر آئی ہے خیریت کی

آنے ہی والے ہیں وہ یہ بھی سنا ہے میں نے

بیگم امیر سیف الدین جانے کیا گذری ہو زنداں میں مرے بچے پر

سنتی ہوں مغلوں کی دہشت کے فسانے اکثر

ڈھونڈھتے ہیں وہ مظالم کے بہانے اکثر

ہند پر ان کی کئی سال سے یورش ہے بہت

رکھے محفوظ خدا تخت کو تادیر ان سے

میرے[2] شوہر کی گئی جان انہیں کے ہاتھوں

خادمہ- رکھے محفوظ خدا ان کو نگاہِ بد سے

(اتنے میں ایک نوجوان خادمہ بھاگتی ہوئی آتی ہے- اور امیر خسؔرو کی آمد کی خوش خبری دیتی ہے)

نوجوان خادمہ- آگئے- آگئے- منجھلے سرکار

قافلہ گرد اڑاتا ہوا آپہونچا ہے

میں نے اس اونچے جھروکے سے ابھی دیکھا ہے

(بیگم امیر سیف الدین کا چہرہ کھل اٹھتا ہے- وہ بے قراری کے عالم میں آگے بڑھتی ہیں کہ دروازہ سے امیر خسؔرو داخل ہوتے ہیں- آتے ہی ان سے لپٹ جاتے ہیں)

بیگم امیر سیف الدین خیریت سے تو رہے- دیر ہوئی کیوں اتنی-؟

[1] خان محمد قاآن (خان شہید) [2] امیر سیف الدین مغلوں سے ہی ایک زبردست مقابلے میں شہید ہوئے۔

امیر خسرو۔ آپ کی نیک دعاؤں کی بدولت ہوں حیات
کیفیت اپنی تو سب خط میں لکھی تھی میں نے

بیگم امیر سیف الدین:۔ دیکھ کر آج تمہیں دل کی کلی تازہ ہوئی
شاعروں پر بھی مغل کرتے ہیں کیا اتنا ظلم
لے گئے تھے تمہیں ملتان سے کم بخت کہاں

امیر خسرو۔ جانتی ہو کہ کہاں قید میں رکھا تھا مجھے؟
پا بہ زنجیر کہاں مجھ کو مغل لے کے گئے
قید خانہ مرا آبائی وطن تھا اماں
میرے اجداد کا سرسبز چمن تھا اماں
بلخ ہی مرکز بیداد ہے اب مغلوں کا
راج اس وقت ہے چنگیز کے فرزندوں کا

بیگم امیر سیف الدین:۔ قید میں تم پہ مظالم تو نہیں ڈھائے بہت

امیر خسرو۔ کوئی ثابت نہ ہوا جرم بغاوت مجھ پر
ہے یہ محبوب الٰہیؒ کی عنایت مجھ پر
مدتیں گذریں زیارت سے ہوں ان کی محروم
آپ سے مل کے ارادہ ہے وہیں جانے کا

بیگم امیر سیف الدین خیر اب ٹھہرو ذرا۔میرا ارادہ ہے کچھ اور
قید سے مغلوں کے پائی ہے رہائی تم نے
قید میں ان کی تو تکلیف اٹھائی تم نے
ایک قید اور ہے تکلیف نہیں ہے جس میں
میرے بھی دل کے بہلنے کی یہ ہوگی تدبیر
اور تم جا نہ سکو ڈال دوں ایسی زنجیر

امیر خسرو۔ حکم پر آپ کے خم سر ہے ہمیشہ سے مرا
دور اب جاؤں کہیں ایسا ادارہ بھی نہیں
کسی دربار میں رہنے کی تمنا بھی نہیں
آپ کا سایہ ہی اب سایۂ رحمت ہے مجھے
درِ محبوب الٰہیؒ درِ جنت ہے مجھے

بیگم امیر سیف الدین یاد کرتے ہیں بہت بھائی بھی تم کو دونوں
مدتیں گذریں بہن سے بھی ملاقات ہوئے
میں بھی ہمراہ تمہارے ہی چلونگی دلی
امراء کی ہیں کئی لڑکیاں دیکھی بھالی

(امیر خسرو۔ اٹھتے ہیں اور بیگم امیر سیف الدین بھی اٹھتی ہیں۔ پس منظر سے دھیمی آواز میں لڑکیوں کے کورس کی آواز پھر ابھرتی ہے۔ موسیقی بدلتی ہے)

کورس۔ اماں میرے ماموں کو بھیجو جی کہ ساون آیا
بیٹی تیرا ماموں تو بانکاری کہ ساون آیا

(امیر خسرو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آجاتی ہے۔ بیگم امیر سیف الدین آگے بڑھ جاتی ہیں ان کے پیچھے امیر بھی دروازہ سے باہر نکل جاتے ہیں)

☆☆☆

ساتواں منظر

(درگاہ محبوب الٰہیؒ -قوالی کی محفل-قوال امیر خسرو کا ہی ایک کھماچ گا رہا ہے)

قوال-

بہت کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی
کیسے میں بھرلاؤں جمنا سے مٹ کی
پنیا بھرن کو میں جوگئی تھی
دوڑ جھپٹ موری مٹکی پٹکی
بہت کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی
خسروؔ نجام کے بل بل جاؤں
لاج رکھی مورے گھونگھٹ پٹ کی

(سامعین عالم وجد میں ہیں-امیر خسروؔ داخل ہوتے ہیں-موسیقی بدلتی ہیں)

محبوب الٰہیؒ- خوش رہو- عمر بہت پائی ہے تم نے خسروؔ

امیر خسروؔ-(قدم بوسی کے بعد)

آپ کی نیک دعاؤں کا ہے صدقہ سرکار
دشمنوں میں رہا محفوظ مرا عزووقار
آپ سے بڑھ کے نہیں عمر دوروزہ مجھ کو
آپ کی یاد سے ہر سانس کی قائم ہے بہار

محبوب الٰہیؒ (آہ سرد کے ساتھ)

نیک دل کتنا تھا سلطان محمد قاآن
قتل سے اس کے بہت صدمہ ہوا ہے مجھ کو

شعراء کے لئے کیا ظلم تھی ایسی تعزیر
تمہیں رکھا تھا کہیں بلخ کے زنداں میں اسیر

امیر خسرو۔ آپ کی یاد تھی زنداں کے سیہ خانے میں
شمع اک جلتی تھی احساس کے کاشانے میں
آپ کی نذر ہے زنداں میں کہی ایک غزل
اس میں اک صنعت تازہ کی رکھی ہے بنیاد
اصل میں ہجر کے انفاس کا آئینہ ہے
آپ سے دوری کے احساس کی آئینہ ہے

محبوب الہیٰؒ۔ سچ تو یہ ہے کہ تعلق ہے اسی ربط کا نام
میری خواہش تمہیں بروقت جو محسوس ہوئی

(امیر خسرو غزل اپنی پر سوز آواز میں شروع کرتے ہیں۔ موسیقی بدلتی ہے)

غزل

زحالِ مسکیں مکن تغافل دورائے نیناں بنائے بتیاں
کہ تابِ ہجراں نہ دارم اے جاں نہ لیہو کاہے لگانے چھتیاں

شبانِ ہجراں دراز چو زلف وروز وصلت جو عمر کوتاہ
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں

یکا یک از دل دو چشم جادو بصد فریبم سرور تسکین
کسے پڑی ہے جو جاناوے پیارے پی کو ہماری بتیاں

(دھن بدلتی ہے)

محبوب الٰہیؒ۔ تمہیں اللہ نے بخشا ہے عجب سوز دروں
کاش یہ سوز ہو بخشش کا وسیلہ میری

امیر خسروؔ۔ آپ ہی سے تو درخشاں ہیں مرے دونوں جہاں
آپ کی خاک درِ پاک کا ہے فیض نہاں
کون اس خسروؔ ناچیز کو پوچھے آقا
پھیر لیں آپ نظر مجھ سے جو میرے آقا

(اذان کی آواز آتی ہے۔محبوب الٰہیؒ نماز کے لئے اٹھتے ہیں۔سب لوگ ایک ایک کر کے باہر جاتے ہیں)

تیسرا ایکٹ

(3rd Act)

پہلا منظر

(ایک ساقن (بھنگ فروش) کی دوکان- دو ایک لوگ باتوں میں مصروف ہیں۔ بھنگ کے پیالے ہاتھوں میں ہیں- اندر سے گھنگھروؤں کی آوازیں آرہی ہیں- (بھنگ گھوٹنے کی آوازیں) نوجوان ساقن بڑی ادا سے سب سے باتیں کررہی ہے- اتنے میں امیر خسرؔو گذرتے ہیں اور نوجوان ساقن کو دیکھ کر مسکراتے ہیں اور رک جاتے ہیں- ساقن حقہ لے کر آگے بڑھتی ہے امیر حقہ پینے کے لے آگے بڑھتے ہیں اور اس کے ہاتھ سے حقہ لے کر)

امیر خسرؔو- خیرت سے تو ہیں
اور کہو بی چمو

چمو- خیرت سے ہوں میں
آپ کہیں اپنی میاں
مدتوں بعد نظر آتی ہے اب تو صورت
ایسا لگتا ہے کہ اب گھر سے نکلتے ہی نہیں
بند دربار میں بھی کب سے ہے آنا جانا-!

امیر خسرؔو- ایسے دربار سے کیا رکھوں تعلق اپنا
بادشاہِ رندی میں سرشار ہو جب آٹھوں پہر
جلسۂ ماہ وشاں رہتا ہو رواں شام وسحر
کتنی دشوار ہے پھر کارِ حکومت پہ نظر

چمو- میاں یہ باتیں تو بس آپ ہی جانیں بہتر
بادشاہ کوئی بھی ہو- کیسا ہی ہو ٹھیک ہی ہے
پر میں سمجھی نہیں- وہ آپ کا دشمن[1] کیوں ہے
لوگ اس بات کا کرتے ہیں یہاں ذکر بہت
آپ کا بھی کوئی دشمن ہو یہ حیرت ہے مجھے

امیر خسرو- (ہنستے ہیں) بادشاہ میرا ہے دشمن یہ خبر خوب اڑی
جانتی ہو کہ- مرا اس سے تعلق کیا ہے
نسبتِ خاص رہی ہے مجھے بغرا خاں سے
بادشاہ اس کا ہی بیٹا ہے -کوئی غیر نہیں
سچ تو یہ ہیکہ اسے مجھ سے کوئی بیر نہیں

چمو- میں نے تو پہلے میاں آپ سے یہ بات کہی

امیر خسرو- اصل میں رسّی کا ہیں سانپ بنانے والے
کتنے ظالم ہیں یہ افسانے سنانے والے
مجھے دربار میں سوبار بلایا اس نے
باپ سے ہے جو تعلق وہ جتایا اس نے
ہاں طبیعت مری کچھ ان دنوں لگتی ہی نہیں
درِ محبوب الٰہیؒ کے سوا اور کہیں!

چمو- میری بھی حق میں دعا کرتے رہا کیجئے میاں

[1] معزالدین کیقباد- جونہایت عیش پسند شراب کباب میں غرق رہنے والا بادشاہ تھا اس نے سارا نظام حکومت، ملک نظام وزیر مملکت کے سپرد کر رکھا تھا، جس کی امیر خسرو سے کبھی بنتی نہیں تھی، یہ اشارہ اسی جانب ہے۔

امیر خسرو	کرتا رہتا ہوں میں ہر وقت دعا سب کے لئے

چمو۔	میاں اک اور بھی خواہش ہے مری برسوں سے
آپ سے کہتے ہوئے پر مری رکتی ہے زباں
سینکڑوں بول کہے، شعر بنائے کتنے
گیت، دو سخنے، پہیلی کہے انمل بھی بہت
گاتی پھرتی ہے جنہیں گاؤں کی اک اک چھوری
میرے بھی نام کا اک آدھ جو کہدیں کوئی بول
میرا بھی ذکر رہے بعد مرے مرنے کے

امیر خسرو۔	واہ بی چمو۔ بس اتنی سی تمنا کے لئے
تم پریشان ہو برسوں سے۔ کبھی تو کہتیں

(پھر سوچ میں ڈوب جاتے ہیں۔ اور ایک منٹ بعد جب سر اٹھاتے ہیں)

امیر خسرو۔	خیر بی چمو سنو نام کے اپنے اشعار

چمو۔ (خوش ہوتے ہوئے)
صدقے قربان میاں۔ آپ پہ میں لاکھوں بار

امیر خسرو۔	اوروں کی چھ پہری باجے چمو کی اٹھ[1] پہری
باہر کا کوئی آئے نا ہیں آئیں سارے شہری
صاف صوف کر آگے راکھے جس میں نا ہیں توسل
اوروں کے جہاں سینگ سمائے چمو کے ہاں موسل

چمو۔	میاں کیا بات ہے۔ اب یاد رہے گی میری
بعد مرنے کے مرا ذکر بھی ہوگا شاید

(اشعار گنگنانے لگتی ہے۔ امیر مسکراتے ہوئے آگے بڑھ جاتے ہیں)

[1] آبِ حیات: ذکرِ امیر خسرو

دوسرا منظر

(شہنشاہ دلی معزالدین کیقباد (بیمار ونحیف) کا دربار- سیدھے ہاتھ پر معزالدین کیقباد اور بادشاہ کی کرسی پر بغرا خاں جلوہ افروز ہیں- صف امراء میں امیر خسرؔو بھی نظر آ رہے ہیں-)

معزالدین کیقباد- ملک الشعراء- محبوب زمانہ خسرؔو
مجھے ممنون کیا آپ نے لاکر تشریف

امیر خسرؔو- آپ نے بندہ کو عزت سے نوازا ہے حضور
شرکت جشن کی دعوت نے کیا ہے مشکور

خاں جہاں- آئینہ چہروں سے ہیں آج خوشی کے جذبات
نذر کی رسم کے بعد- اب ہے گذارش میری

شاعر ہند کریں پیش کلام تبریک

امیر خسرؔو- سوز اور ساز کا انداز وہ نغمات میں ہے
ایک ہنگامہ بپا محفل جذبات میں ہے
کتنا پر کیف ہے دو بچھڑے دلوں کا ملنا
رنگ ہر سمت جو اس جشن ملاقات میں ہے

بغرا خاں- تمہیں انعام سے اس وقت میں کرتا سرشار
روک لیتی ہے مرا ہاتھ مگر مجبوری

معزالدین کیقباد- مجھے غمگین کیا- آپ کی مایوسی نے
دکھ ہوا مجھ کہ سمجھا مجھے سرکار نے غیر
آپ مختار ہیں جو چاہیں عطا فرمائیں

بغرا خاں- بیٹے تم خوش رہو- یہ رنج کے لمحات نہیں
تھے شہنشاہ کے- یہ باپ کے جذبات نہیں
کاش بنگال میں یہ جشن منایا جاتا

(وقفہ)

خدا آباد رکھے سلطنتِ دلی کو
میں تو اب بوڑھا ہوا بات کا کیا میرے ملال
تمہیں لازم ہے کہ ہر طرح رکھو اپنا خیال

خاں جہاں- خواہش شاہ کی تکمیل کے سامان ہوئے
رہے تاریخ میں یہ جشن ''قرآن السعدین''
مجھے ہے اس کی خوشی میری گذارش پہ حضور
مثنوی جشن کی خسروؔ نے لکھی ہے کیا خوب
پیش یہ مثنوی وہ شاہ کو فرماتے ہیں

امیر خسروؔ- خاطر خان جہاں- خاطر شاہِ دوراں
مجھے دو اپنوں کی خاطر اسے لکھنا ہی پڑا

(آگے بڑھ کر خاں جہاں یہ مثنوی معزالدین کیقباد کو پیش کرتا ہے، بادشاہ اسے کھولتا ہے سرسری نظر ڈالتا ہے)

معزالدین کیقباد- مثنوی کیا ہے مرقع ہے کمال فن کا

امیر خسرو۔ شکریہ۔ آپ کا دراصل یہ ہے حسن قبول

بغرا خاں۔ خانداں پر مرے یہ ان کا ہے احسان عظیم
واقعی۔ اس کا صلہ دے گا انہیں رب کریم

معزالدین کیقباد۔ میری جانب سے یہ ناچیز سا نذرانہ ہے

(چاندی کے سکوں سے بھرے کئی طشت اور خلعت مرصع عطا ہوتی ہے۔ دربار برخاست ہوتا ہے)

☆☆☆

تیسرا منظر

(امیر خسروؔ کا مکان۔ (اندرونی حصہ) بدرؔ (ایک اٹھ نو سال کی بچی) ملک احمد (ایک پندرہ سال کا نوجوان آپس میں باتیں کر رہے ہیں)

بدر۔ بھائی جان۔ آپ تو بس کھوئے ہی رہتے ہیں سدا

ملک احمد۔ (چونکتے ہوئے) تم نے کچھ مجھ سے کہا۔؟

بدر۔ نہیں میں ایسے میں کیا آپ سے کہہ سکتی ہوں
آپ کو ملتی نہیں فکر سخن سے مہلت
آپ تو بڑھ گئے باوا سے بھی دو چار قدم

ملک احمد۔ ٹھہرو۔ بس مقطع کا یہ دوسرا مصرع لکھ لوں
(لکھتے ہوئے)

بدر۔ مقطع پر آئی غزل۔ شکر ہے تیرا مولا
ناطقہ تنگ ہے اس فکر سخن سے میرا
ہوگئے آپ بھی باوا کی جو صورت شاعر
مدتوں آپ دکھائیں گے نہ اپنی صورت

ملک احمد۔ (قلم رکھتے ہوئے) باتیں کرنے کی نکل جائے تمہاری حسرت
کہو دلکھول کے اب ہوگئی مجھ کو فرصت

بدر۔ آپ ہم کو تو غزل اپنی سناتے ہی نہیں

ملک احمد۔ بھینس کے آگے تو ہم بین بجاتے ہی نہیں

بدر۔ بھائی جان آپ کی ہم کرتے ہیں کتنی عزت

ملک احمد۔ شعرا لائق عزت ہی ہوا کرتے ہیں

بدر۔ مجھے معلوم ہے کیا آپ کہا کرتے ہیں

ملک احمد۔ تمہیں کچھ بھی نہیں معلوم ہے نادان ہو تم
شعر کیا چیز ہے اس سے ابھی انجان ہو تم

(بیگم امیر خسرو داخل ہوتی ہیں۔ (ادھیڑ عمر لیکن خوبصورت) آکر دونوں کو غصہ کی نظر سے دیکھتی ہیں)

بیگم امیر خسرو۔ جانے کب ختم ہوں تم دونوں کے قصے جھگڑے
تنگ میں آگئی ہر وقت کی تکراروں سے

بدر۔ بھائی جان اب تو زمیں پر نہیں رکھتے پاؤں
اپنے کو شاعر اعظم یہ سمجھتے ہیں بہت
بہن بھی اپنی انہیں بھینس نظر آتی ہے

بیگم امیر خسرو۔ چھوڑو اس قصہ کو یہ مجھ سے نہ سلجھے گا کبھی
اسے سلجھائیں گے باوا ہی تمہارے آکر

ملک احمد۔ باوا کے آنے کی کیا جلد ہی آتی ہے خبر

بدر۔ میں نے کل خواب میں دیکھا تھا یہ اماں بیگم

مل گیا خان[1] جہاں سے انہیں اذن رخصت

بیگم امیر خسرو۔ شاید اس خواب کی تعبیر ہو سچی بیٹی

(وہ اٹھ جاتی ہیں۔ دوسرے دروازہ سے دونوں بہن بھائی بھی نکل جاتے ہیں)

☆☆☆
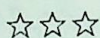
[1] خان جہاں: جو حاکم اودھ ہو گیا تھا اور امیر کو اپنے ساتھ لے گیا تھا

چوتھا منظر

(دربار جلال الدین خلجی - امیر خسرؔو بھی موجود ہیں - نقیب اعلان کرتا ہے)

نقیب- آج ہے حکم شہنشاہ کہ اس محفل میں
لقب وخلعت شاہی سے نوازے جائیں
امرا وشعراء حسب رواج دربار
اور ہولطفِ شہنشاہ کا سب پر اظہار

جلال الدین خلجی- مابدولت کی یہ خواہش ہے کہ تقریب سعید
ہند کے شاعر بے مثل سے آغاز ہو آج
رہے تاریخ میں یہ جشن ہمیشہ زندہ
لقب وخلعت شاہی کا وہ انداز ہوآج
سب لوگ - سبحان اللہ- سبحان اللہ-

جلال الدین خلجی- ہند کے شاعر بے مثل وہ یکتائے جہاں
نہیں ہے اور کوئی آج سوائے خسرؔو
میں تو ہوں ایک زمانے سے پرستاران کا
قابلِ داد ہے ایک ایک ادائے خسرؔو

امیر خسرؔو- آپ کے لطف سے جنبش لبِ اظہار کو ہے

اعتراف آپ کے الطاف کا اغیار کو ہے
میں تو اک بندۂ ناچیز وحقیر وکمتر
حسنِ ظن بس مری جانب سے یہ سرکار کو ہے
شکر اس خالق کونین کا کرتا ہوا دا
جس نے بے مانگے مرادوں سے مجھے شاد کیا

جلال الدین خلجی- تمہیں ہم بخشتے ہیں منصب مصحف داری
عہدۂ خاص امارت کا عطا کرتے ہیں
زینت نام لقب آج سے ٹھہرا ہے امیر[1]

امیر خسرو- آپ کے لطفِ فراواں کا بہت ہوں ممنون
سب لوگ- سبحان اللہ-سبحان اللہ- مبارکباد

(نقیب آگے بڑھ کر امیر کو مرقع مصحف شریف پیش کرتا ہے-اور مبارکباد کے شور میں دربار برخاست ہوتا ہے)

☆☆☆

[1] امیر کا لقب اسی دربار سے امیر خسرو کو ملا تھا

پانچواں منظر

(امیر خسروؔ جن کے سر اور داڑھی کے بال اب بہت سفید ہو گئے ہیں- اور بیگم امیر جو باوجود بڑھاپے کے کافی حسین معلوم ہو رہی ہیں- دونوں آمنے سامنے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں- امیر کے مکان کا اندرونی حصہ امیر کے سامنے کاغذوں کا ڈھیر لگتا ہے- وہ کچھ لکھتے بھی جا رہے ہیں)

بیگم امیر خسروؔ-

صبح سے آپ کو میں دیکھ رہی ہوں لکھتے
کئی بار آ کے یہاں چپکے سے میں لوٹ گئی
خلل انداز نہ ہوں آپ کی تنہائی میں
کام ہو ختم تو کچھ بات کروں آپ سے میں

امیر خسروؔ- (قلم رکھتے ہوئے)

عمر اس دشت کی سیاحی میں گذری لیکن
کیا کہوں تم سے کہ ہوتی ہے مجھے اب وحشت
حکم ہے شاہ کا مجبور ہوں لکھنے کے لئے
خیر اب آخری صفحات پہ آپہونچا ہوں

بیگم امیر خسروؔ-

آپ کو شہرت و دولت کی نہیں اب حاجت
شاہی دربار سے اب ختم تعلق کیجئے
لوگ اس عمر میں آرام کیا کرتے ہیں
اور اک آپ کو ملتی نہیں مہلت ہی کبھی

امیر خسرو۔ میری بھی اب یہی خواہش ہے کہ اس کام کے بعد
کچھ تو میں خدمت محبوب الٰہی کرلوں!
گل امید سے اب دامن عقبیٰ بھرلوں!

بیگم امیر خسرو۔ شاہ کو بغض ہے محبوب الٰہیؒ سے بہت

امیر خسرو۔ شاہ کو بغض نہیں بغض ہے ملاؤں کو
امرا بھی وہاں لب کھولتے اب ڈرتے ہیں
انہیں کیا رتبۂ محبوب الٰہیؒ معلوم

بیگم امیر خسرو۔ سچ ہے یہ اپنی عقیدت ہے اور اپنا مقسوم
خیر یہ چھوڑیئے۔ میں آئی تھی اتنا کہنے
سنتی ہوں شاہ کو در پیش سفر ہے کوئی
اور وہ آپ کو ہمراہ لئے جاتا ہے

امیر خسرو۔ ابھی کچھ طے تو نہیں سنتا ہوں میں بھی ایسا

بیگم امیر خسرو۔ آپ کی عمر نہیں اس کی اجازت دیتی
رہی دولت تو نہیں اس کی مجھے کچھ خواہش
آپ کی قدر شہنشاہوں نے جتنی کی ہے
اتنی اب اور کسی شخص کی ممکن ہی نہیں
دے جو اب تول کے ہاتھی کے برابر سونا
کون ہو سکتا ہے اب شاہ مبارک کی طرح

امیر خسرو۔ بات جب ہوگی یہ طے دیکھونگا اس وقت ہی میں
اور باتوں کو تو کیا ایک اسی بات کو لو
عمر کا عذر مشاغل کا بہت ذکر کیا
سرِ دربار مگر بن نہ پڑا صاف جواب
آخرش لکھنا پڑا مجھ کو ہی تغلق نامہ''
بند اب اس پہ ہی کر دونگا میں تصنیف کا باب

بیگم امیر خسرو۔ سنی ہے آپ کے جانے کی خبر جس دن سے
دل میں اک خوف سا رہتا ہے مرے شام و سحر

امیر خسرو۔ شاہ کو اور جو در پیش ہیں ملکی حالات
یہ بھی ہو سکتا ہے کچھ دن کو سفر ہی ٹل جائے
جاؤ تم اتنی پریشان نہ ہو۔ سوچونگا

(بیگم امیر خسرو اٹھ جاتی ہیں۔ امیر خسروؒ پھر لکھنے میں مصروف ہو جاتے ہیں)

☆☆☆

چھٹا منظر

(ایک حویلی کے باہر پہرے دار مشعلیں اٹھائے اِدھر سے اُدھر جا رہے ہیں۔ اچانک ایک گرد میں اٹا ہوا شخص داخل ہوتا ہے۔ آتے ہی ایک مشعل بردار سے آنے والے حسن دہلوی ہیں۔ مشعل بردار انہیں دیکھتا ہے رکتا ہے اور مشعل سامنے کرتا ہے تو چہرہ پہچان میں آتا ہے)

مشعل بردار۔ خیریت تو ہے جناب! آپ یہ کس حال میں ہیں

حسن دہلوی۔ مجھے تم خسروؔ کا جلدی سے پتہ بتلاؤ

مشعل بردار۔ پایۂ تخت میں ہے خیر تو۔؟ حالات ہیں ٹھیک۔؟
دیکھتا ہوں کہ نہیں آپ کی سانسیں بھی درست

حسن دہلوی۔ باتیں کرنے کی نہیں مجھ کو زیادہ فرصت
مجھے تم خسروؔ کا جلدی سے پتہ بتلاؤ

مشعل بردار۔ ٹھہریئے۔ لاتا ہوں میں ان کو ابھی خود جا کر

(مشعل بردار چلا جاتا ہے۔ ایک لمحے کے بعد امیر خسروؔ گھبرائے ہوئے داخل ہوتے ہیں۔ مشعل بردار پیچھے پیچھے ہے۔ حسن انہیں دیکھتے ہی لپٹ جاتے ہیں۔)

امیر خسروؔ۔ تمہیں بنگال جو اس حال میں لائی ہے تڑپ
میری تو جان پہ بن آئی ہے۔ سب خیر تو ہے؟

دیکھ کر تم کو مرا دل بھی بھرا آتا ہے
کیا کہوں تم سے کہ کیا مجھ کو ہوا جاتا ہے

حسن دہلوی- آسماں دیدۂ خونبار لئے ہے دیکھو
رگ گئی وقت کی رفتار - زمیں ہے گریاں
ہند کے سر پہ قیامت کی گھڑی بیت گئی
خاک ہم سر پہ لئے آج کھڑے ہیں خسروؔ
ایسا لگتا ہے کہ سب ڈوب رہے ہیں خسرو

امیر خسرو- دل پھٹا جاتا ہے اب میرا ذرا صاف کہو

حسن دہلوی- خاک بنگال ہو صد حیف کہ ہم تیری طرف
رنج کی موج گریزاں میں بہے آئے ہیں
ہمیں مت دیکھ اسے دیکھ کہ ہم جس کے لئے
جسم سے روح نکلنے کی خبر لائے ہیں

امیر خسرو- مجھے اب اور نہیں صبر کا یارا ہے حسن
گھر پہ سب ٹھیک ہیں-؟
محبوب الٰہیؒ ہیں بخیر-؟

حسن دہلوی- (امیر سے لپٹ کر رونے لگتے ہیں- اور روتے ہوئے)
حشر سینوں میں ہے دلی پہ تباہی ہی نہیں
خسرو اب دنیا میں محبوب الٰہیؒ ہی نہیں

(امیر خسرو- ایک آہ دلدوز کے ساتھ حسن سے لپٹ جاتے ہیں- موسیقی کی لہریں بہت تیز ہو جاتی ہیں)

ساتواں منظر

(امیر خسروؔ ماتمی لباس پہنے درگاہ محبوب الٰہیؒ کے ایک ستون سے ٹیک لگائے کھڑے ہیں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں- برابر میں حسن دہلوی ایک طشت سے جھولی بھر بھر کر فقیروں کو چاندی کے سکے بانٹ رہے ہیں فقیروں کی ٹولیاں آتی ہیں اور دامن بھر بھر کے آگے بڑھ جاتی ہیں- پس منظر سے ایک نہایت درد بھری آواز آتی ہے)

سجن بن پھول رہی سرسوں
امبوا پھولے ٹیسو پھولے
کوئل بولئے ڈار-ڈار
اور گوری کرت سنگار
سجن بن پھول رہی سرسوں

(ماتمی موسیقی کی لہریں تیز ہوتی ہیں- اور رفتہ رفتہ پھر دھیمی ہوتی جاتی ہیں- پاس کی مسجد سے کورس میں بچوں کی آواز آرہی ہے-) (موسیقی بدلتی ہیں)

خالق باری سرجن تار واحد ایک بڑا کرتار!
اسم اللہ خدا کا ناؤں گرما دھوپ ہے سایہ چھاؤں
(آوازیں دھیمی ہوتی ہیں- موسیقی بدلتی ہے)

حسن دہلوی- لٹ گیا راہ خدا میں سبھی مال واسباب
پاس اب خسروؔ کے کچھ بھی نہ بچا کچھ نہ رہا

ماتم دوست نے سب توڑ دیئے ہیں رشتے
ہیچ ہر شئے درِ محبوب الٰہیؒ کے سوا

(موسیقی کی لہریں تیز ہوتی ہیں۔ اور جب دھیمی ہوتی ہیں تو بچوں کے کورس کی آواز آتی ہے)

مولوی صاحب سرن پناہ   گدا بھکاری خسرؔو شاہ

آوازیں آہستہ آہستہ غائب ہو جاتی ہیں۔ ماتمی دھن پھر ایک بار تیز ہوتی ہے اور جب دھیمی ہوتی ہے تو۔ امیر خسرؔو کے لب وا ہوتے ہیں)

گوری سووے سیج پر مکھ پڑ دارے کیس
چل خسرؔو گھر آپ نے سانجھ بھئی چھو دیس

موسیقی کی لہریں۔ ماتمی دھن کو اور زیادہ گہرا کر دیتی ہیں۔ امیر آہستہ آہستہ دھیمی ہوتی ہوئی لہروں کے ساتھ فرش پر بیٹھتے جاتے ہیں۔ اور پھر وہ سر اوندھا لیتے ہیں)

(پردہ گرتا ہے)

ختم شد

☆☆☆

جناب [illegible] اُردو کی ہمہ جہت اور ہمہ صفات شخصیات ہیں۔ آپ کا شمار عصرِ حاضر کے ان کہنہ مشق شعراء میں ہے جنھوں نے تغیر پذیر فکری موسموں اور نئے نئے حسیاتی تقاضوں [illegible] شعری اقدار و روایات اور لسانی و فنی منہاج کی پاسداری کے ساتھ نہ صرف عصری غزل [illegible] ہے بلکہ تقریباً تمام اصنافِ سخن میں جوَدتِ طبع، فطری ذوقِ سخن اور مہارتِ فن کے جلوے [illegible] ملک بھر میں مشاعروں اور شعری مجالس میں گونجنے والی اُن کی منفرد آواز، ہندو پاک کے [illegible] گزشتہ چار دہائیوں سے شائع ہونے والی ان کی منظوم اور نثری تخلیقات، تنقیدی و تحقیقی مقالات [illegible] ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر نشر ہونے والی ان کی علمی، ادبی اور سماجی تحریریں انہیں عہد ساز اُردو شخصیت ثابت کر چکی ہیں۔ جناب فصیح اکمل کا تعلق اتر پردیش کے تاریخی شہر شاہجہاں پور کے معزز، مقتدر، متصوف اور متدین خانوادے سے ہے۔ اُن کے والدِ محترم حضرت مولانا سیّد انوار حسین قادریؒ جیّد عالمِ دین اور آستانہ حضرت فخر عالم قادریؒ کے صاحب سجادہ تھے جن کا نسبی سلسلہ حضرت غوثِ اعظم علیہ الرحمتہ کی ذاتِ بابرکات سے ہے۔ فصاحت، بلاغت، ذہانت اور طلاقتِ لسانی کے ساتھ ساتھ بزرگانِ دین سے عقیدت اور مؤدت جناب فصیح اکمل کو وراثت میں ملی ہے۔ حضرت امیر خسروؒ کی عظیم علمی و روحانی شخصیت پر یہ میوزیکل اوپیرا ایک آئینہ ہے جس میں مصنف کے صوفیانہ مزاج اور تخلیقی کمالات کا عکس واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

فاروق ارگلی

M.R.Publications

Printers, Publishers, Suppliers & Distributors of Literary Books

3871, 4th Floor, Kalan Mahal, Darya Ganj, New Delhi-110002

Cell : 9810784549, 9211532140 E-mail : abdus26@hotmail.com